زمین ساکن ہے

امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دار الرضا لاهور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

موضوع : ــــــــــ زمین ساکن ہے

کُتُب : (۱) نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین و آسمان
(۲) مُعین مبین بہر دورِ شمس و سکونِ زمین

مصنّف : ــــــــــ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعداد : ــــــــــ گیارہ صد

صفحات : ــــــــــ ۵۶

طباعت : ــــــــــ ۱۶ ذیقعد ۱۴۲۰ھ / ۲۳ فروری ۲۰۰۰ء

طابع : ــــــــــ اشتیاق احمد مشتاق پرنٹرز لاہور

ناشر : ــــــــــ دارُ الرّضا لاہور

قیمت : ــــــــــ ۱۸ روپے

ملنے کا پتہ :- مُسلم کتابوی دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور نمبر ۵۴۰۰۰ فون : ۷۲۲۵۶۰۵

سببِ تصنیف

تھوڑا بہت پڑھا لکھا شخص بھی زمین، آسمان، چاند، سورج تارے وغیرہ کا جغرافیہ اور اس کی ہیئت سے کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور رکھتا ہے۔ جدید تعلیم اور سائنسی ٹکنالوجی کے دور میں یہ بات عام کردی گئی ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے، یعنی کہ گھومتی ہے۔ زمین کا یہ گھومنا آفتاب کے ارد گرد ہے اور زمین کی دو قسم کی حرکتیں۔

(۱) حرکت مستقیمہ (REVOLVING MOTION اور

(۲) حرکت مستدیرہ - ROTATORY MOTION) بتائی جاتی ہیں۔

ان دونوں حرکتوں کو ہندی زبان میں (۱) بھرمن (भ्रमण) (۲) پری بھرمن (परी भ्रमण) کہا جاتا ہے۔ عام طور سے لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے۔ لیکن اسلامی نقطۂ نظر سے یہ نظریہ غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ زمین حرکت نہیں کرتی بلکہ ساکن ہے۔

زمین ساکن ہے اس کا ثبوت قرآن سے ہے لیکن کچھ لوگوں کو مستثنیٰ کر کے مسلمانوں کی بھاری اکثریت اس عقیدہ سے ناواقف ہے بلکہ اس کے برعکس حرکتِ زمین کی قائل ہے۔

۱۴۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ کو موتی بازار لاہور (پاکستان) سے پروفیسر مولانا حاکم علی صاحب مجاہد کبیر نے امام احمد رضا محدث بریلوی کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا جس میں زمین

حرکت کرتی ہے ایسے کچھ دلائل لکھے اور اختتام میں امام احمد رضا کو اپنے نظریات سے متفق ہو جانے کی گذارش کرتے ہوئے لکھا کہ :۔

"غریب نواز کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ سائنس کو اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے"

(حوالہ: "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان"
مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ
ناشر: حسنی پریس بریلی ص : ۴)

جب یہ خط امام رضا کی خدمت میں آیا تب آپ سخت بیمار دعلیل تھے چار آدمی کرسی پر بیٹھا کر نماز باجماعت ادا کرانے مسجد میں لے جاتے تھے۔ ایسی حالت کی حالت میں آپ نے مولانا حاکم علی صاحب کو قرآن و حدیث سے مدلل اور مزّین جواب کی شکل میں ایک مستقل کتاب میں جواب دیا۔

علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری کی تفسیر رغائب الفرقان، علامہ جلال الدین سیوطی کی دُرِ منثور، صراح، تفسیر عنایۃ القاضی، معالم التنزیل تفسیر ارشاد العقل السلیم، تفسیر ابن ابی حاتم، قاموس، صحیح بخاری، مسلم شریف، ترمذی، نہایہ، مجمع البحار، تفسیر ابن عباس تفسیر کبیر، خازن، وغیرہ۔

کتب معتبرہ کے حوالوں سے قرآن مجید کی کل دس آیتوں سے استدلال کرکے ثابت کیا کہ:

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں، کواکب چل رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقرّو مرکز سے ہٹ نہ جائیں اور جنبش نہ کریں۔

یہ تمام دلائل لکھنے کے بعد امام احمد رضا نے مولانا حاکم علی صاحب مجاہد کبیر کا "جملہ کہ سائنس کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے" کا جواب دیتے ہوئے ارقام فرمایا کہ :

"محبّ فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات، دور از کار کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس کو مردود پامال کردیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو۔ سائنس کا ابطال و اسکات ہو یوں قابو میں آئے گی۔"

(حوالہ: "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان"
مصنف: امام احمد رضا محدث، بریلوی علیہ الرحمۃ
ناشر: حسنی پریس ۔ بریلی ص : ۲۵)

۱۵۳۰ء تک پوری دنیا کے سائنس داں یہاں تک کہ نصاریٰ بھی زمین کے ساکن ہونے کے قائل تھے، لیکن ۱۴۷۳ء میں پولینڈ میں کوپرنیکس نامی سائنسداں پیدا ہوا۔ جس کی موت ۱۵۴۳ء میں ہوئی ہے۔ اس نے نیا نظریہ پیش کیا کہ زمین آفتاب کے گرد حرکت کرتی ہے۔

۱۵۷۱ء میں بمقام VIEL --- کیپلر نامی سائنس داں پیدا ہوا اور اس نے سیاروں کی حرکت PLANETARY MOTION --- کا اصول بنایا۔ علاوہ ازیں اس نے کوپرنیکس کے حرکت زمین کے نظریات کی تائید کی۔ کیپلر ۱۶۳۰ء میں موت کی آغوش میں پہنچا۔

۱۵۶۴ء میں اٹلی -- ITALY میں گیلے لیو ----- GILILEO نام کا سائنسداں

پیدا ہوا، جس نے دُوربین TELESCOPE --- ایجاد کیا ہے۔ اس نے بھی کوپرنیکس کے حرکت زمین کے نظریہ تائید کی اور اس میں اضافہ کرتے ہوئے زمین کی حرکتِ مستقیمہ REVOLVING MOTION- حرکتِ مستدیرہ --- ROTATORY MOTION کا نظریہ قائم کیا گیلیلیو کی موت ۱۶۴۲ء میں واقع ہوئی ہے۔

مذکورہ سائنسدانوں نے حرکت زمین کا جدید نظریہ دنیا کو باور کرادیا اور دنیا نے ان کے ساتھ اتفاق کیا۔ تب سے پوری دنیا میں متفقہ طور پر حرکت زمین کے نظریہ کو تسلیم کیا جارہا ہے۔

۱۶۴۲ء میں انگلینڈ میں آئزک نیوٹن نام کے سائنسداں نے کشش ثقل اور حرکت کا نظریہ پیش کیا۔ نیوٹن کی موت ۱۷۲۷ء میں واقع ہوئی۔

علاوہ ازیں دُنیا کے دیگر مشہور سائنسدانوں نے بھی حرکت زمین کے نظریہ کی تائید کی۔ حرکت زمین کے رد میں آیات قرآنی و احادیث کی روشنی میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب "نزولِ آیاتِ فرقان بسکون زمین و آسمان" کا مختصر جائزہ اس عنوان کی ابتداء میں ہم کرچکے لیکن وہ کتاب صرف قرآن وحدیث کے دلائل پر مبنی ہے۔ غیر مُسلم سائنسداں اس کو تسلیم نہیں کریں گے۔ لہٰذا امام احمد رضا نے اس عنوان پر "فوزِ مبین در رد حرکتِ زمین" نام کی ایک اور کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے

امام احمد رضا محدث بریلوی کو عُلُومِ جدیدہ میں مہارتِ تامہ حاصل تھی لیکن آپ نے ان تمام علوم کو اسلامی علوم کا تابع بنا کر ان علوم جدیدہ کا استعمال دین کی خدمت کے لیے کیا۔ جس کا صحیح اندازہ فوزِ مبین کے مطالعہ سے بخوبی ہوجائے گا۔ فوزِ مبین کتاب میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے:

کل ۱۰۵۔ (ایک سو پانچ) دلیلوں سے زمین کا حرکت کرنا باطل ثابت کیا ہے:

مذکورہ کتاب میں آپ نے (۱) علم طبیعات TEMPERAMENT PHYSICS -
(۲) علم کیمیا CHEMISTRY (۳) علم جغرافیہ GEOGRAPHY---
(۴) علم ہیئت (ASTROPHYSICS) (۵) علم توقیت EPHEMERICS
(۶) علم نجوم (ASTROLOGY) (۷) علم ریاضی (MATHEMATICS)
(۸) لوگارثم (LOGARITHM) (۹) علم مثلث کروی (SPHERICAL)
(TRIGNOMETRY) (۱۰) علم مثلث مسطح (LINEAR OR SURFACE)
(TRIGNOMETRY) (۱۱) علم زیجات (ASTRONOMY) (۱۲) علم ہندسہ
(GEOMETRY) وغیرہ کا استعمال فرمایا ہے۔

مذکورہ کتاب میں آپ میں (۱) فلسفۂ قدیمہ (OLD PHILOSOPHY)
(۲) رفتار (SPEED) (۳) حرکت (VELOCITY) (۴) وزن (WEIGHT) (۵) کمیت
(MASS) (۶) حجم (VOLUME) (۷) ثقل (DENSITY) (۸) ٹریگنومیٹری (TRIGNOMETRY)
(۹) دخان (۱۰) بخارات (۱۱) حرارت (۱۲) مدو جزر (TIDES) (۱۳) محرک
PROTECTIVE (۱۴) جمود (۱۵) اسراع (۱۶) دباؤ (۱۷) اچھال بیراؤ
(FLOATATION) (۱۸) مساوات (۱۹) اضافیت (۲۰) بُعد کوکب (۲۱) ہئیت ارض
(۲۲) رفتارِ سیارہ جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے کالج تو درکنار کسی اسکول کا دروازہ بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے باوجود بھی آپ کے تبحر علمی کا یہ عالم ہے کہ ارضیات، فلکیات اور سائنس کے بڑے بڑے ماہرین آپ کے سامنے طفل مکتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔

مذکورہ کتاب "فوز مبین" میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے (۱) علم طبعی (۲) ڈاکٹر کرنیلوس کی کتاب علم الہیئات (۳) سوالنامہ ہیئاۃ جدیدہ (۴) لکشمی شنکر

کی کتاب جغرافیہ طبعی (۵) محمد عبد الرحمٰن کلیانی کی کتاب نظارہ عالم (۶) رفاعہ بن علی کی کتاب التعریبات الشافیہ لمرید الجغرافیہ (۷) راجہ رتن سنگھ زخمی کی کتاب حدائق النجوم فارسی (۸) شرح تذکرہ (۹) شرح طوسی (۱۰) شرح خضری (۱۱) میرک بخاری کی کتاب شرح حکمت العین (۱۲) کاتبی قزوینی تلمیذ طوسی کی کتاب حکمت العین (۱۳) علامہ فاضل خیرآبادی کی کتاب ہدیہ سعدیہ (۱۴) علامہ برجندی کی کتاب تحریر طوسی (۱۵) بطلیموس کی کتاب مجسطی (۱۶) شرح برجندی (۱۷) علامہ عبد العلی کی عربی کتاب شرح مجسطی (۱۸) ملا محمود جونپوری کی شمس بازغہ (۱۹) مفتاح الرصد (۲۰) ابو علی محمود بن محمد بن عمر کی کتاب شرح چغمینی (۲۱) ناصر الدین کی عربی کتاب در المکنون فی غرائب الفنون (۲۲) محمد بن احمد الیاس الحنفی کی عربی کتاب در المکنون فی سبعتہ الفنون جیسی نایاب اور معرکۃ الآراء کتب سے مواد فراہم کرکے زمین ساکن ہونے کا اپنا دعویٰ ثابت کر دکھایا ہے۔

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ امام احمد رضا نے گیلی لیو اور آئن اسٹائن کے نظریات کا رد انہیں کے دلائل کی روشنی میں منطقیانہ اور سائنسی طرز پر کرکے ایک عجوبہ کر دکھایا ہے۔

حرکت زمین کے قائلین سائنسداں (۱) نیوٹن (۲) کوپرنیکس (۳) ابن سینا (۴) کپلر (۵) ہرشل (۶) طوسی (۷) ملا محمد جونپوری (۸) بطلیموس اور (۹) ابوریحان البیرونی کے نظریات کا تعاقب بھی ان ہی کی کتابوں اور ان ہی کے قائم کردہ نظریات سے کیا ہے۔

مذکورہ بالا ماہرین سائنس میں ایک نام "آئن اسٹائن" کا بھی ہے اس کا پورا نام البرٹ آئن اسٹائن ہے۔ جو ۱۴۔ مارچ ۱۸۷۹ء کو جرمنی میں پیدا ہوا تھا اور ۱۹۵۶ء میں امریکہ میں اس کی موت ہوئی تھی آئن اسٹائن امام احمد رضا کا ہمعصر تھا۔ اس نے حرکت زمین کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی

کے ایک نظریہ کا تجربہ کیا تو امام احمد رضا کا نظریہ حق اور اس کا اپنا نظریہ باطل ثابت ہوتا محسوس ہوا، لیکن اس نے اس کی توجیہہ کر کے بات آگے بڑھنے سے روک دی امام احمد رضا محدث بریلوی وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے آئین اسٹائن کے نظریہ پر سب سے پہلے گرفت کی۔ اور آپ کے نقش قدم پر چل کر آج ایک سو سے زیادہ ناقدین سطح زمین پر پیدا ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ مستقبل قریب میں دنیا کو مجبور ہو کر امام احمد رضا کے نظریۂ سکون زمین سے اتفاق کرنا ہی پڑے گا۔

ایک اہم واقعہ

بانکی پور (پٹنہ۔ بہار) سے شائع ہونے والے انگریزی اخبار "ایکسپریس" کے ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے شمارہ میں امریکی ہیئت داں (METROLOGIST) پروفیسر البرٹ الیف۔ پورٹا نے "ایک پیشین گوئی سے پوری دنیا میں اور بالخصوص امریکہ میں ایک ہلچل مچ گئی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلیفہ ملک العلماء حضرت مولانا ظفرالدین صاحب بہاری علیہ الرحمۃ نے سہسرام (بہار) سے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے اس کے بارے میں استفتاء کیا۔

امام احمد رضا نے پروفیسر البرٹ پورٹا کی ۱۷۔ دسمبر ۱۹۱۹ء والی پیشین گوئی کے رد میں ۱۷۔ دلائل پیش کئے۔ اپنے ان ۱۷۔ دلائل میں امام احمد رضا نے عیسائی راہب شیز، علامہ قطب الدین شیرازی، ابن ماجہ اندلسی، ہرشل اول، ہرشل دوم، نسمٹ، کوسکی راجر لانک وغیرہ کے مشاہدات و تجربات کا ذکر کیا۔ پھر انہی دو حال کے تجربات و مشاہدات کا ذکر کیا پھر اپنے نتائج کی روشنی میں پروفیسر البرٹ کی پیشین گوئی کا ردّ بلیغ فرمایا۔ پروفیسر البرٹ نے آفتاب کے سامنے بیک وقت کئی ستاروں کے جمع

ہونے کا جو دعویٰ کیا تھا اس کا ابطال کر کے امام احمد رضا نے (۱) نیپچون (۲) مشتری (۳) زحل (۴) مریخ (۵) زہرہ (۶) عطارد (۷) شمس اور (۸) یورنیس وغیرہ کا ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کے دن حقیقی مقام، برج، درجہ اور دقیقہ کی فہرست مرتب کر کے بنا دیا۔ اور ایک رسالہ قلم بند فرمایا جس کا نام "معین مبین" ہے امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیشین گوئی حق ثابت ہوئی اور امام احمد رضا نے جو کہا تھا کہ انشاء اللہ اس دن تیز ہوا بھی نہیں چلے گی، وہی ہوا دنیا کے ماہرین ہئیت اس دن صبح سے شام تک دوربینیں لے کر دیکھتے رہے مگر کچھ نہ ہوا۔ پروفیسر البرٹ پورٹا کی پیشگوئی باطل ثابت ہوئی اور مغربی دنیا کے بڑے بڑے ماہرین فن نے بھی امام احمد رضا کے علم کا لوہا تسلیم کیا۔

ردّ حرکت زمین کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی کی کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) فوزِ مبین در ردِّ حرکت زمین ۱۳۳۸ھ
(۲) معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین ۱۹۱۹ء
(۳) نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ۱۹۲۰ء

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زیرِ نظر کتاب "زمین ساکن ہے" میں فی الحال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دو رسالوں (معین مبین اور نزولِ آیاتِ فرقان) کو شائع کیا جا رہا ہے اس کے بعد انشاء اللہ اسی موضوع پر اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ضخیم کتاب "فوزِ مبین در ردِّ حرکت زمین" بھی شائع کی جائے گی۔

مسلم کتابوی لاہور

فہرست

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ج

فاطر ۴۱

نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین و آسمان

۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

یہ تحقیقی مقالہ

اکیاسی (۸۱) سال پہلے لاہور سے مجاہد اکبر، پروفیسر مولانا حاکم علی صاحب علیہ الرحمۃ کے حرکتِ زمین کے بارے میں سوالات کے جوابات میں لکھا گیا

دار الرضا لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی بامره قامت السماء والارض والصلوٰة والسلام علی شفیع یوم العرض وآله وصحبه وابنه وحزبه اجمعین آمین ○

مجاہد کبیر، مخلصِ فقیر، حق طلب، حق پذیر، سلمہ اللہ القدیر وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

دسواں دن ہے آپ کی رجسٹری آئی میری ضروری کتاب طبع ہو رہی ہے اس کی اصل کے صفحہ ۱۰۱ تک کاتب لکھ چکے اور صفحہ ۱۰۱ کے بعد سے مجھے تقریباً چالیس صفحہ کے مضامین بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ مباحث جلیلہ دقیقہ پر مشتمل تھی۔ میں نے ان کی تکمیل مقدم جانی کہ طبع جاری رہے۔ ادھر طبیعت کی حالت آپ خود ملاحظہ فرما گئے ہیں، وہی کیفیت اب تک ہے اب بھی اسی طرح چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد کو لے جاتے لاتے ہیں۔ ان اوراق کی تحریر اور ان مباحث جلیلہ نا محضہ کی تنقیح وتقریب سے بحمدہ تعالیٰ رات فارغ ہوا اور آپ کی محبت پر اطمینان تھا کہ اس ضروری دینی کام کی تقدیم کو ناگوار نہ رکھیں گے۔

آپ نے اپنا لقب "مجاہد کبیر" لکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو "مجاہد اکبر" کہہ سکتا ہوں حضرت مولانا الاسد الاسد الاشد مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کر لینے والا میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا، اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بارہا

آپ سے تجربہ کہہ چکا ہوں، نفس سے جہاد ہے، اور نفس سے جہاد، جہاد اکبر ہے تو آپ اس میں "مجاہد اکبر" ہیں (بارک اللہ تعالیٰ و تقبل امین) امید ہے کہ بعونہٖ تعالیٰ اس مسئلہ میں آپ ایسا ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے کہ باطل پر ایک آن کے لیے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا۔ وللہ الحمد۔

زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں!

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں، کواکب چل رہے ہیں (کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ) ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے، جیسے پانی میں مچھلی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد پیش نظر ہے (ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولاہ ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفوراہ)

بیشک اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انہیں کون روکے بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

میں یہاں پہلے اجمالاً چند حروف گزارش کروں گا، انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی حق پسندی کو وہی کافی ہوں گے۔ پھر قدرے تفصیلِ اجمال بیان ہوگی، فقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعۃ سیدنا عبداللہ بن مسعود صاحب سرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم وحضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس (آیت) کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی ہے یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا (دیکھئے نمبر۲) حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل، تلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا (دیکھئے آخر نمبر۲) ان حضرات سے زائد عربی زبان و معانی قرآن سمجھنے والا کون تھا؟

علّامہ نظام الدین نیشاپوری کی تصریح

علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں اس (آیت) کریمہ کی تفسیر فرمائی (ان تزولا) کراھتہ زوالھما عن مقرھما ومرکزھما) یعنی اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقرومرکز سے ہٹ نہ جائیں۔ مقر ہی کافی تھا کہ جائے قرار و آرام ہے، قرار سکون ہے، منافی حرکت۔ قاموس سے آتا ہے "قر سکن" مگر انہوں نے اس پر اکتفا نہ کی، بلکہ اس کا عطف تفسیری مرکزہما زائد کیا۔ مرکز جائے رکز ہے۔ جائے رکز گاڑنا، جمانا یعنی آسمان وزمین جہاں جمے ہوئے اگڑے ہوئے ہیں وہاں سے نہ سرکیں نیز غرائب الفرقان میں زیر قولہ تعالیٰ (الذی جعل لکم الارض فراشا) فرمایا (الایتم الافتراش علیھا الم تکن ساکنۃ، ویکفی فی ذالک ما اعطاھا خالقھا مرکز فیھا من المیل الطبیعی الی الوسط الحقیقی بقدرتہ واختیارہ "ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا") اسی ایت کے نیچے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے (اعلم ان کون الارض فراشا مشروط بکونھا ساکنۃ فالارض غیر متحرکۃ لا بالا ستارۃ ولا بالا ستقامتہ وسکون الارض لیس الامن اللہ تعالیٰ بقدرتہ و اختیارہ ولھذا قال تعالیٰ ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا اھ ملتقطاہ) قرآن عظیم کے وہی معنی لیتے ہیں، جو صحابہ وتابعین ومفسرین معتمدین نے لیے، ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہو سکتا ہے، قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ گناہ ہے، جس پر حکم ہے (فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ) وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا

لے" یہ تو اس سے بھی بڑھ کر ہو گا کہ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں ، بلکہ رائے نصاریٰ کے موافق کی جائے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالیٰ ۔

حضور کے راز دان صحابی

یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ صحابی جلیل القدر ہیں ۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اسرار سکھائے ، ان کا لقب ہی صاحب سِرِّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے ۔ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، ان سے اسرارِ حضور کی باتیں پوچھتے ۔ اور عبد اللہ تو عبد اللہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم فرمایا کہ " یہ جو فرمائیں اسے مضبوط تھامو " (تمسکو العہد ابنِ مسعود) اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ (رضیت لامتی مارضی لہا ابن ام عبد وکرھت لامتی ماکرہ لہا ابن ام عبد) " میں نے اپنی اُمت کے لیے پسند فرمایا جو اس کے لیے عبد اللہ ابن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کے لیے ناپسند رکھا جو اس کے لیے ابن مسعود ناپسند رکھیں " اور خود ان کے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا (استقراء وا القران من اربعۃ من عبد اللہ ابن مسعود الحدیث) " قرآن چار شخصوں سے پڑھو سب سے پہلے عبد اللہ ابن مسعود کا نام لیا " یہ حدیث صحیح بخاری مسلم میں بروایت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور عجائب نعمائے الٰہیہ سے یہ کہ آیت کریمہ ان تزولا کی تفسیر اور یہ کہ محور[1] پر حرکت بھی موجب زوال ہے ، چہ جائیکہ حرکت علی المدار[2]۔ ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی دونوں کی نسبت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ جو بات تم سے بیان کریں اس کی تصدیق

---

[1] محور پر حرکت (REVOLVING) [2] حرکت المدار (ROTATORY)

کرو۔ دونوں حدیثیں جامع ترمذی شریف کی ہیں اوّل (ما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ) دوم (ما حدثکم حذیفۃ فصدقوہ) اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسے مانو، اس کی تصدیق کرو۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن ○ ہمارے معنی کی تو یہ عظمت شان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اَجِلّہ صحابہ کرام سے ثابت، خود حضور سیّد الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے اس کی تصدیق کا حکم اور عنقریب ہم بفضل اللہ تعالیٰ اور بہت آیات اور صدہا احادیث اور اجماع اُمت اور خود اقرار مجاہد کبیر سے اس معنی کی حقیقت اور زمین کا سکون مطلق ثابت کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

کیا زمین سورج کے گرد گھومتی ہے؟

آپ نے جو معنی لئے کیا کسی صحابی، تابعی، کسی امام، کسی تفسیر، یا جانے دیجئے چھوٹی سے چھوٹی کسی اسلامی عام کتاب میں دکھا سکتے ہیں؟ کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گردِ آفتاب دورہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے صرف اتنا روکے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے لیکن اس پر اسے حرکت کرنے کا امر فرمایا ہے۔ حاشا! ہرگز کسی اسلامی رسالہ، پرچے، رقعہ سے اس کا پتا نہیں دے سکتے، سوا سائنس نصاریٰ کے، آگے آپ انصاف کریں گے کہ معنیٔ قرآن وہ لئے جائیں یا یہ؟

قرآنی آیات کی تاویلیں گھڑنے والے

محبّا! مخلصا! وہ کونسی نص ہے جس میں کوئی تاویل نہیں گھڑھ سکتے، یہاں تک کہ قادیانی کافر نے خاتم النبیّن میں تاویل گھڑھ دی، کہ رسالت کی افضلیت ان پہ ختم ہو گئی ان جیسا کوئی رسول نہیں۔ نانوتوی نے گھڑھ دی کہ وہ نبی بالذات ہیں،

اور (یعنی دوسرے) نبی العرض اور بالعرض کا قصہ بالذّات پر ختم ہو جاتا ہے۔ ان کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہو تو ختم نبوت کے خلاف نہیں، حتیٰ کہ یونہی کوئی مشرک لاالٰہ الا اللہ میں تاویل کر سکتا ہے، کہ اعلیٰ میں حصر ہے، یعنی اللہ کے برابر کوئی خدا نہیں اگرچہ اس سے چھوٹے بہت سے ہوں جیسے حدیث میں ہے۔ لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار ٥ دوسری حدیث میں لا وجع الا وجع العین ولا ھم الا ھم الدین ٥" درد نہیں مگر آنکھ کا درد اور پریشانی نہیں مگر قرض کی پریشانی" ایسی تاویلوں پر خوش نہ ہونا چاہیئے، بلکہ جو تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہے مسلمان اسی پر اعتقاد لائیں۔

رافضی کس طرح بنے؟

مُحِبّی! مُخلصی! اللہ عزوجل نے آپ کو پکا مستقل سنّی کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ آپ سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے، کاہے سے رافضی ہوئے۔ کیا اللہ یا قرآن یا رسول یا قیامت وغیرہ ضروریات دین سے کسی کے منکر تھے؟ ہرگز نہیں! انہیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت نہ کی۔ محبا! دل کو صحابہ کی عظمت سے مملو[1] کر لینا فرض ہے۔ انہوں نے قرآن کریم، صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھا، حضور سے اس کے معانی سیکھے ان کے ارشاد کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت سمجھنی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متبحر کے حضور کسی جاہل گنوار بے تمیز کو۔ مُحبّا! صحابہ اور خصوصاً حذیفہ و عبداللہ ابن مسعود جیسے صحابہ کی یہ کیا عظمت ہوئی؟ اگر ہم خیال کریں کہ جو معنی قرآن عظیم انہوں نے سمجھے غلط ہیں، ہم جو سمجھے وہ صحیح ہیں۔ آپ کو اللہ عزوجل کی پناہ میں دیتا ہوں، اس سے کہ آپ کے دل میں ایسا خطرہ بھی گزرے۔ فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین ٥ میں امید واثق

---

[1] مَمْلُوْ۔ بھر لینا۔

رکھتا ہوں کہ اسی قدر اجمال جمیل آپ کے انصافِ جزیل کو بس ہو۔

ہمارا تفصیلی جواب

اب قدرے تفصیل بھی عرض کروں، زوال کے اصل معنی سرکنا، ہٹنا، جانا، حرکت کرنا اور بدلنا ہیں۔ قاموس میں ہے (الزوال الذھاب والاستحالتہ ہ) اسی میں ہے (کل ماتحول فقد حال واستحال ہ) ایک نسخہ میں ہے۔ (کل ماتحرک اوتغیر ہ) یونہی عباب میں ہے تحول او تحرک ہ تاج العروس میں ہے (ازال اللہ تعالیٰ زوالہ ای اذھب اللہ حرکتہ و زال زوالہ ای ذھبت حرکتہ ہ) نہایہ ابن اثیر میں ہے۔ فی حدیث جناب الجھنی واللہ لقد خالطہ سھمی ولوکان زائلتہ لتحرک الزائلتہ کل شیئ فی الحیوان یزول عن مکانہ ولا یستقر وقد کان ھذا المرمی قد سکن نفسہ لاتحرک لئلا یحس بہ فیجھز علیہ ہ

(ا) دیکھو! زوال یعنی حرکت ہے اور قرآن عظیم نے آسمان و زمین سے اس کی نفی فرمائی ہے، تو حرکتِ زمین و حرکتِ آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب، زوال جانا اور بدلنا ہے حرکتِ محوری میں بدلنا ہے اور مدار پر حرکت میں جانا بھی تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج، نہایہ و درِ منثور امام جلال الدین سیوطی میں ہے الزایل الانزعاج بحیث لا یستقر علی المکان وھو الزوال بمعنی واحدہ لسان قاموس میں ہے زعجہ واقلعتہ وقلعتہ من مکانہ ما۔ عجہ فانزعج میں ہے الانزعاج نقیض الاقرار ہ تاج میں ہے "قلق الشیئ قلقا ھوان لایستقر فی مکان واحد" مفردات ہ امام

راغب میں ہے قر فی مکانہ ثبت ثبوتا جامدا واصلہ من القر وھو البرد وھو یقتضی السکون والحر یقتضی الحرکتہ قاموس میں ہے قر بالمکان ثبت وسکن کاستقرہ دیکھو! زوال انزعاج ہے اور انزعاج قلق اور قلق مقابل قرار اور قرار سکون تو زوال مقابل سکون ہے اور مقابل سکون نہیں مگر حرکت، تو ہر حرکت زوال ہے۔ قرآن عظیم آسمان و زمین کے زوال سے انکار فرماتا ہے۔ لَاجَرَمَ، ان کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے۔

(د) صراح میں ہے زائلہ جنبیدہ و رونده آئندہ زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنبیدہ ہوتی، اور مدار پر تو آئندہ و رونده آئندہ زمین اگر محو اور قرآن عظیم اس کے زوال کو باطل فرماتا ہے۔ لَاجَرَمَ، اس سے ہر نوعِ حرکت زائل

(۲) (آیت) کریمہ (وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال ٥) ان کا مکر اتنا نہیں جس سے پہاڑ جگہ سے ٹل جائیں یا اگرچہ ان کا مکر ایسا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ہل جائیں یہ قطعاً ہماری ہی مؤید اور ہر گونہ حرکتِ جبال کی نفی ہے۔

(الف) ہر عاقل بلکہ غبی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت، ساکن و مستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں، جن کو اصلا جنبش نہیں۔ تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے ثبوت الجبل یعرفہ الغبی والذکی ٥ قرآن عظیم میں ان کو" رواسی" فرمایا راسی ایک جگہ جما ہوا پہاڑ۔ اگر ایک انگل بھی سرک جائے گا۔ قطعاً زال الجبل صادق آئے گا۔ نہ یہ کہ تمام دنیا میں لڑھکتا پھرے، اور زال الجبل نہ کہا جائے، اثبات و قرار ثابت رہی کہ ابھی دنیا سے آخرت کی طرف گیا ہی نہیں۔ زوال کیسے ہو گیا؟ اپنی منقولہ عبارت جلالین دیکھئے! پہاڑ کے اسی ثبات و اِستِقرار پر شرائع اسلام کو اس نے تشبیہ دی ہے جن کا ذرہ بھر ہلانا ممکن نہیں۔

(ب) اسی عبارتِ جلالین کا آخر دیکھئے! کہ تفسیر دوم پر یہ آیت کریمہ وتخر

الجبال ھذا ہ کے مناسب ہے۔ یعنی ان کی ملعون بات ایسی سخت ہے جس سے قریب تھا کہ پہاڑ ڈھ کر گر پڑتے۔ یونہی معالم التنزیل میں ہے وھو معنی قولہ تعالٰی وتخر الجبال ھذا ہ یہ مضمون ابوعبید ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ نیز ابن جریر ضحاک سے راوی ہوئے کقولہ تعالٰی وتخر الجبال ھذا ہ اسی طرح قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، ظاہر ہے کہ ڈھ کر گرنا اس جنگل سے بھی اسے نکال نہ دے گا جس میں تھا نہ کہ دنیا سے۔ ہاں، جما ہوا ساکن مستقر نہ رہے گا، تو اسی کو زوال سے تعبیر فرمایا اور اسی کی نفی زمین سے فرمائی تو وہ ضرور جمی ہوئی ساکن، مستقر ہے۔

(ج)، رب عزوجل نے سیدنا موسیٰ علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا (لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی ہ) "تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے"، پھر فرمایا (فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا ہ "جب ان کے ربّ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گرے"۔ کیا ٹکڑے ہو کر دنیا سے نکل گیا یا اپنا یا اس ملک سے؟ اس معنی پر تو ہرگز جگہ سے نہ ٹلا، ہاں وہ خاص محل جس میں جما ہوا تھا، وہاں جما نہ رہا، تو معلوم ہوا اسی قدر عدم استقرار کو کافی ہے اور اوپر گزار کہ عدم استقرار عین زوال ہے۔ زمین بھی جہاں جمی ہوئی ہے سرکے تو بیشک زائلہ ہو گی اگرچہ دنیا یا مدار سے باہر نہ جائے۔

(د)، ان آیات کریمہ کے نیچے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے (وان کان مکرھم فی غایتہ المتانتہ والشدۃ معدا لہ زالتہ الجبال عن مقارھا ہ

نیشاپوری میں ہے ازالتہ الجبال عن اماکنہا ٥ خازن میں ہے زال عن اماکنہا ٥ کشاف میں ہے تنقلع عن اماکنہا ٥ مدارک میں ہے تنقطع عن اماکنہا ٥ اسی کے مثل آپ نے کمالین سے نقل کیا یہاں بھی مکان و مقر سے قطعاً وہی قرار ہے جو آیت کریمہ فان ستقر مکانہ ٥ میں تھا ارشاد کا ارشاد مقارھا جا ہائے قرار اور کشاف کا لفظ تنقلع خاص قابل لحاظ ہے، کہ اکھڑ جانے ہی کو زوال بتایا ہے۔

(۵) سعید بن منصور اپنے سُنَن اور ابن ابی حاتم تفسیر میں حضرت ابو مالک غزوان غفاری کوفی استاذ امام سدی کبیر و تلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال قال تحرکت ٥ انہوں نے صاف تصریح کر دی کہ زوالِ جبال ان کا حرکت کرنا جنبش کھانا ہے، اسی کی زمین سے نفی ہے۔ وللہ الحمد ٥

(۳) اوپر گزرا کہ زوال مقابل قرار و ثبات ہے اور قرار و ثبات حقیقی سکون مطلق ہے۔ دربارۂ قرار عبارتِ امام راغب گزری اور قاموس میں ہے المثبت کمکرم من لہ حراک بہ من المرض ویکسر الباء الذی ثقل فلم یبرح الفراش و داء ثبات بالضم معجز عن الحرکۃ ٥ مگر توسّعاً قرار و ثبات ایک حالت پر بقاء کو کہتے ہیں اگرچہ اس میں سکون مطلق نہ ہو، تو اس کا مقابل زوال اسی حالت سے انفعال ہوگا یونہی مقر و مستقر و مکان ہر جسم کے لیے حقیقۃً وہ سطح یا بعد مجرد یا موہوم ہے جو جمیع جوانب سے اس جسم کو حاوی اور اس سے ملاصق ہے۔ یعنی علماء اسلام کے نزدیک وہ فضائے متصل جسے یہ جسم بھرے ہوئے ہے، ظاہر ہے کہ وہ بنے سرکنے سے بدل گئی لہٰذا اس حرکت کو حرکت امینیہ کہتے ہیں یعنی جس سے دم بدم این کہ مکان رجائے کا نام ہے[1] بدلتا ہے یہی

---

[1] ملاصق

جسم کا مکان خاص ہے اور اسی میں قرار و ثبات حقیقی ہے، اس کے لیے یہ بھی ضرور کہ وضع بھی نہ بدلے، کُرّہ کہ اپنی جگہ قائم رہ کر اپنے محور پر گھومے، مکان نہیں بدلتا، اسے قار و ثابت و ساکن نہ کہیں گے، بلکہ زائل و حائل و متحرک۔ پھر اسی توسّع کے طور پر بیت بلکہ دار بلکہ محلے بلکہ شہر بلکہ ملک بلکہ کثیر ملکوں کے حاوی حصۂ زمین مثل ایشیا، بلکہ ساری زمین بلکہ تمام دنیا کو مقر و مستقر و مکان کہتے ہیں قال تعالیٰ (وَلَکُمْ فِیْهَا مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ۝) اور اس سے جب تک جدائی نہ ہو اسے قرار و قیام بلکہ سکون سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ ہزاروں حرکات پر مشتمل ہو۔ ولہٰذا کہیں گے کہ موتی بازار بلکہ لاہور بلکہ پنجاب بلکہ ہندوستان بلکہ ایشیا بلکہ زمین ہمارے مجاہد کبیر کا مسکن ہے، وہ ان میں سکونت رکھتے ہیں۔ وہ ان کے ساکن ہیں۔ حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ سکون و حرکت متباین ہیں، مگر یہ معنی مجازی ہیں۔ لہٰذا جائے اعتراض نہیں۔ لاجرم! محلِ نفی میں ان کا مقابل زوال بھی انہیں کی طرح مجازی و توسّع ہے اور وہ نہ ہوگا جب تک ان سے انتقال نہ ہو۔ کفار کی وہ قسم کہ (مالنا من زوال) اسی معنی پر تھی۔ یہ قسم نہ کھاتے تھے کہ ہم ساکن، معلق ہیں چلتے پھرتے نہیں۔ نہ یہ کہ ہم ایک شہر یا ملک کے پابند ہیں، اس سے منتقل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ دنیا کی نسبت قسم کھاتے تھے۔ کہ ہمیں یہاں سے آخرت کی طرف جانا نہیں۔ ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحی و ما نحن بمبعوثین ۝) مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے واقسموا باللہ جھد ایمانھم لا یبعث اللہ من یموت ۝) لاجرم! تیسری (آیت) کریمہ میں زوال سے مراد دنیا سے آخرت میں جانا ہو۔ نہ یہ کہ دنیا میں ان کا چلنا، پھرنا زوال نہیں۔ قطعاً حقیقی زوال ہے۔ جس کی سندیں اوپر سن چکے اور عظیم شافی بیان آگے آتا ہے، مگر یہاں اس کا ذکر ہے جس کی وہ قسم کھاتے تھے اور وہ نہ تھا مگر دنیا سے انتقال۔ معنی مجازی کے لیے قرینہ درکار ہوتا ہے یہاں قرینہ ان کے یہی اقوال بعینہٖ ہیں۔

بلکہ خود اسی آیت صدر میں قرینہ صریحہ مقابلہ موجود کہ روز قیامت ہی کے سوال وجواب کا ذکر ہے فرماتا ہے وانذر الناس یوم یاتیھم العذاب فیقول الذین ظلموا ربنا اخرنا الی اجل قریب نجب دعوتک ونتبع الرسل اولم تکونوا اقسمتم من قبل مالکم من زوال ٥ لیکن آیت کریمہ ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ٥ میں کوئی قرینہ نہیں، تو معنی مجازی لینا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا، بلکہ قطعاً زوال اپنے معنی حقیقی پر رہے گا یعنی قرار وثبات وسکون۔ اور معنی حقیقی کا چھوڑنا اس کی نفی ہے، تو ضرور سکون کا اثبات ہے۔ ایک جگہ معنی مجازی میں استعمال دیکھ کر دوسری جگہ بلا قرینہ مجاز مراد لینا ہرگز حلال نہیں۔

(۴) نہیں نہیں بلا قرینہ نہیں، بلکہ خلاف قرینہ، یہ اور سخت تر ہے کہ کلام اللہ میں پوری تحریف معنوی کا پہلو دے گا۔ ربّ عزّوجل نے ۔ یُمسِک فرمایا ہے اِمساک روکنا، تھامنا، بند کرنا ہے، لہٰذا جو زمین کے پانی کو بہنے نہ دے، روک رکھے اسے مسک اور مساک کہتے ہیں، اَنہار و اَشجار کو نہیں کہتے۔ حالانکہ ان میں بھی پانی کی حرکت وہیں تک ہوگی جہاں تک اَحسَنُ الخَالِقِین جلّ وعلا نے اس کا امکان دیا ہے۔ قاموس میں ہے (امسکہ حبسہ المسک محرکتہ الموضع یمسک الماء کا لمساک کسحاب) یوں تو دنیا بھر میں کوئی حرکت کبھی بھی زوال نہ ہو، کہ جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے امکان دیا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(۵) اگر اس معنی مجازی کو نہ لیجئے بلکہ کہئے کہ زوال عام ہے مکان و مستقر حقیقی خاص سے سرکنا اور موقع عام اور موطن اَعَم[1] اور اعم از اعم سے جدا ہونا سب اس کے فرد ہیں، تو ہر ایک پر اس کا اطلاق حقیقت ہے۔ جیسے زید و عَمرو، بکر و غیرہُم کسی فرد کو انسان کہنا، تو اب بھی قرآن کریم کا مفاد زمین کا وہی سکون مطلق ہو گا۔ نہ کہ

[1] موطن اعم

اپنے مدار سے باہر نہ جانا، تزولا فعل ہے اور محل نفی میں وارد ہے اور علم اصول میں مُصرّح ہے کہ فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوتا ہے تو معنی آیت یہ ہوئے کہ آسمان و زمین کو کسی قسم کا زوال نہیں نہ موقع عام سے نہ مستقر حقیقی خاص سے اور یہی سکون حقیقی ہے وللہ الحمد۔

اماکن سے زائل ہونا قطعاً مطلقاً زوال ہے

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مجاہد کبیر کو اپنی عبارت میں ہر جگہ قید بڑھانی پڑی زمین کا اپنے اماکن سے زائل ہو جانا اس کا زوال ہو گا۔ زائل ہو جانا قطعاً مطلقاً زوال ہے زائل ہو جانا زوال کا ترجمہ ہی تو ہے، مکان خاص سے ہو خواہ اماکن سے مگر اول کے اخراج کو اس قید کی حاجت ہوئی۔ یوں ہی فرمایا زمین کا زوال اس کے اماکن سے بھی فرمایا جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اِمساک کیا ہے اس سے باہر سرک نہیں سکتی پھر فرمایا اپنے مدار میں اِمساک کردہ شدہ ہے اس سے زائل نہیں ہو سکتی۔ اور نفی کی جگہ فرمایا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہیں فرمایا یہاں جمع اماکن کا ظاہر کر دیا مگر ربّ عزّوجل نے تو ان میں سے کوئی قید نہ لگائی، مطلق عربی فرمایا ہے

اَنْ تَزُوْلَا اللہ آسمان و زمین ہر ایک کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائے۔ یہ نہ فرمایا کہ اس کے مدار میں روکے ہوئے ہے۔ یہ فرمایا کہ ہر ایک کے لیے اماکن عدیدہ ہیں، ان اماکن سے باہر نہ جانے پائے، تو اس کا بڑھانا کلام الٰہی میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہو گا از پیش خویش قرآن عظیم کے مطلق کو مُقیّد، عام کو مخصوص بنانا ہو گا، اور یہ ہرگز روا نہیں۔

عقیدۂ اہلسنت ہے جو ان کی کتبِ عقائد میں مصرّح ہے کہ النصوص

تحمل علی ظواھرھا ہ بلکہ تمام ضلالتوں کا بڑا پھاٹک یہی ہے کہ بطور خود نصوص کو ظاہر سے پھیریں مطلق کو مقیّد، عام کو مخصوص کریں، مالکم من زوال ہ کی تخصیص واضح ہے (ان تزولا) کو بھی مخصوص کر لینا اس کی نظیر یہی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ہ کو بھی مخصص مان لیں کہ جس طرح وہاں ذات وصفات ومحالات زیر قدرت نہیں۔ یوں یہیں معاملہ صاف ہو گیا کہ ذات وصفات، محالات کا مَعَاذَ اللہ علم بھی نہیں زیادہ تشفی بحمدہٖ تعالیٰ نمبر ۸ میں آتی ہے جس سے واضح ہو جائے گا کہ اللہ ورسول وصحابہ ومسلمین کے کلام میں یہاں (یعنی خاص محل نزاع) میں زوال سے مطلقاً ایک جگہ سے سرکنا مراد ہوا ہے اگرچہ اَمَاکِنِ مُعَیّنہ سے باہر نہ جائے، یا زوال کفار کی طرح دنیا خواہ مدار چھوڑ کر الگ بھاگ جانا، فَانْتَظِرُوْا۔

(۶) لاجرم! وہ جنہوں نے خود صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن کریم پڑھا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے معانی سیکھے، انہوں نے (آیت) کریمہ کو ہر گونہ زوال کی نافی اور سکون مطلق حقیقی کی مثبت بنایا۔

محوری گردش اور صحابۂ کرام

سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر نے حضرت شقیق بن سلمہ سے (کہ زمانہ رسالت پائے ہوئے تھے) روایت کی، اور یہ حدیث ابن جریر بسند صحیح، برجال صحیحین بخاری ومسلم ہے حدثنا ابن بشار ثنا عبد الرحمن ثنا سفین عن الاعمش عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال من این جئت قال من الشام فقال من لقیت کعبا فقال ما حدثک کعب قال حدثنی

ان السموات تدار علی منکب ملک فقال صدقته او کذبته قال ماصدقته ولا کذبته قال لوددت انک افتلیت من رحلتک الیہ براحلتک ارحلها کذب کعب ان اللہ یقول " ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ۰ ولئن زالتا ان امسکهما من احد من بعدہ " ۰ زاد غیر ابن جریر و کفی بهاز والا ان تدورا۔

" ایک صاحب حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوئے۔ فرمایا " کہاں سے آئے ؟" عرض کی " شام سے " فرمایا " وہاں کس سے ملے ؟ عرض کی " کعب سے " فرمایا " کعب نے تم سے کیا بات کی ؟" عرض کی " یہ کہا کہ آسمان ایک فرشتہ کے شانے پر گھومتے ہیں " فرمایا " تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب " عرض کی " کچھ نہیں " (یعنی جس طرح حکم ہے کہ جب تک اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہو تو اہل کتاب کی باتوں کو نہ سچ جانو نہ جھوٹ) ، حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا ، کاش ! تم اپنا اونٹ اور اس کا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دے دیتے کعب نے جھوٹ کہا ، " اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کون تھامے۔" گھومنا گھومانا ان کے سرک جانے کو بہت ہے۔

نیز محمد طبری نے بسند صحیح ، براصول حنفیہ برجال بخاری و مسلم حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کے استاذ الاستاذ امام اجل ابراہیم نخعی سے روایت کی

حدثنا جریر عن مغیرة عن ابراهیم قال ذهب جندب البجلی الی کعب الاحبار ثم رجع فقال لہ عبد اللہ حدثنا

ماحدثک فقال حدثنی ان السماء فی قطب کقطب الرحا قال عبداللہ لوددت انک افتلیت رحلتک بمثل راحلتک ثم قال ماتنکب الیہودیتہ فی قلب عبد فکادت ان تفارقہ ثم قال "ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولا" ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ" وکفی بھا زوالا ان تدورا ٥

" جُندُب بجلی کعب احبار کے پاس جا کر واپس آئے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہو! کعب نے تم سے کیا کہا؟ عرض کی یہ کہا کہ آسمان چکی کی طرح ایک کیل میں ہے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تمنّا ہوئی کہ تم اپنی ناقہ کے برابر مال دے کر اس سفر سے چھوٹ گئے ہوتے۔ یہودیت کی خراش جس دل میں لگتی ہے، پھر مشکل ہی سے چھوٹتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرما رہا ہے" کہ بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ سرکیں۔" ان کے سرکنے کو گھومنا ہی کافی ہے۔ عبد بن حمید نے قتادہ شاگرد انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ان کعبا کان یقول ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کذب کعب" ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولا" ٥ "کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیل پر دورہ کرتا ہے جیسے چکی کا کیل۔ اس پر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "کعب نے جھوٹ کہا"، بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔"

" دیکھو! ان اُجِلّہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقائے خیالاتِ یہودیت

سے بتایا کہ وہ آتا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں؟ (آیت) کریمہ میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے۔ اور ان کا یہ پھرنا، چلنا اپنے اماکن میں ہے۔ احسن الخالقین نے ان کو حرکت کا امکان دیا ہے، وہاں تک ان کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوگا مگر ان کا ذہن مبارک اس معنیٰ باطل کی طرف نہ گیا نہ جا سکتا تھا بلکہ اس کے ابطال ہی کی طرف گیا، اور جانا ضرور تھا، کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً زوال کی نفی فرمائی ہے، نہ کہ خاص زوال عن المدار کی، تو انہوں نے روا نہ رکھا کہ کلام الٰہی میں اپنی طرف سے یہ پیوند لگائیں۔ لاجرم، اس پر ردّ فرمایا اور اس قدر شدید و اشد فرمایا۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

حضرت کعب احبار اور علم یہود کی اقسام

کعب احبار تابعین اخیار سے ہیں، خلافتِ فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے، کتب سابقہ کے عالم تھے، اہل کتاب کی احادیث اکثر بیان کرتے، انہی میں سے یہ خیال تھا جس کی تغلیط ان اکابر صحابہ نے قرآن عظیم سے فرمادی۔ تو کذیب کعب کے یہ معنیٰ ہیں کہ کعب نے غلط کہا، نہ یہ کہ معاذ اللہ قصداً جھوٹ کہا، کذب بمعنی اخطار محاورۂ حجاز ہے اور خراش یہودیت بمشکل چھوٹنے سے یہ مراد کہ ان کے دل میں علم یہود بھرا ہوا تھا وہ تین قسم ہے باطل صریح و حق صحیح اور مشکوک کہ جب تک اپنی شریعت سے اس کا حال نہ معلوم ہو، حکم ہے کہ اس کی تصدیق نہ کرو۔ ممکن ہے کہ ان کی تحریفات یا خرافات سے ہو اور نہ اس کی تکذیب کرو، ممکن ہے کہ توریت کی تعلیمات سے ہو اسلام لا کر قسم اوّل کا حرف حرف قطعاً ان کے دل سے نکل گیا۔ قسم دوم کا علم اور مستحکم ہو گیا، یہ مسئلہ قسم سوم بقایائے علم یہود سے تھا جس کے بطلان پر آگاہ نہ ہو کر

انہوں نے بیان کیا اور صحابہ کرام نے قرآن عظیم سے اس کا بطلان ظاہر فرما دیا۔ یعنی یہ نہ توریت سے ہے نہ تعلیمات سے بلکہ ان خبیثوں کی خرافات سے ہے۔ تابعین صحابۂ کرام کے تابع و خادم ہیں مخدوم اپنے خدام کو ایسے الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور مطلب یہ ہے جو ہم نے واضح کیا وللہ الحمد۔

کوپرنیکسؔ کی بدعتِ ضالہ

(۷)، اس ساری تحریر میں مجھے آپ سے اس فقرے کا زیادہ تعجب ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آسمان کے سکون فی مکانہٖ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا بلکہ خاموشی فرمائی، اسے آپ نے اپنی مشکل کا حل تصور کیا۔ کعب احبار نے آسمان ہی کا گھومنا بیان کیا تھا اور یہود اسی قدر کے قائل تھے۔ زمین کو وہ بھی ساکن مانتے تھے بلکہ ۱۵۳۰ء سے پہلے جس میں کوپرنیکس نے حرکت زمین کی بدعت ضالہ کو کہ دو ہزار برس سے مردہ پڑی تھی جلایا، پہلے نصاریٰ بھی سکونِ ارض ہی کے قائل تھے اسی قدر یعنی صرف دورۂ آسمان کا، ان حضرات عالیات کے حضور تذکرہ ہوا اس کی تکذیب فرمادی، دورۂ زمین کہا کس نے تھا کہ اس کا رد فرماتے؟ اگر کوئی صرف زمین کا دورہ کہتا۔ صحابہ اسی آیت کریمہ سے اس کی تکذیب کرتے، اور اگر کوئی آسمان و زمین دونوں کا دورہ بتاتا، صحابہ اسی (آیت) کریمہ سے دونوں کے اُبطال فرماتے جواب بقدر سوال دیکھ لیا۔ یہ نہ دیکھا کہ جس آیت سے وہ سند لاتے، اس میں آسمان و زمین دونوں کا ذکر ہے یا صرف آسمان کا۔ (آیت) کریمہ پڑھئے صراحۃً دونوں ایک حالت پر مذکور ہیں، دونوں پر ایک ہی حکم ہے۔ جب حسب ارشاد صحابہ آیت کریمہ مطلق حرکت کا انکار فرماتے ہے اور وہ انکار آسمان و زمین دونوں

لہ کوپرنیکس -COPERNICUS

سے دورۂ آسمان (REVOLVING OF SKY) سے دورۂ زمین (REVOLVING OF EARTH)

کے لیے ایک نسق ایک لفظ (أَنْ تَزُوْلَا) میں ہے جس کی ضمیر دونوں کی طرف ہے تو قطعاً آیت کریمہ نے زمین کی بھی ہر گونہ حرکت کو باطل فرمایا جس طرح آسمان کی۔

ایک شخص کہے حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آفتاب کو اپنے لیے سجدہ کرتے نہ دیکھا تھا اس پر عالم فرمائے وہ جھوٹا ہے آیت کریمہ میں ہے اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۝ "کہ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا" اس کے بعد ایک دوسرا اُٹھے اور چاند کو ساجد دیکھنے سے منکر ہو اور کہے قربان جایئے عالم کے سورج کے سجدہ کی تصریح فرمائی مگر چاند کے بارے میں ایسا نہ فرمایا، خاموشی فرمائی، اسے کیا کہا جائے گا؟ اب تو آپ نے خیال فرما لیا ہوگا کہ قائلِ حرکت ارض کو اجلہ صحابۂ کرام بلکہ خود صاف ظاہر نص قرآن عظیم سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں، اور یہ معاذ اللہ خسرانِ مُبین ہے جس سے اللہ تعالیٰ آپ اور سب اہلسنت کو بچائے۔ آمین!

آفتاب کا زوال

(۸) تعجب ہے کہ آپ نے آفتاب کا زوال نہ سنا، اسے تو میں نے آپ سے بالمشافہ کہہ دیا تھا۔ (۱) احادیث میں کتنی جگہ (زالت الشمس) ہے بلکہ قرآن عظیم میں ہے (اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس) تفسیر ابن مردویہ میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (لدلوک الشمس) کی تفسیر میں فرمایا (الزوال الشمس) ابن جریر نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت، کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اتانی جبریل لدلوک الشمس حین زالت فصلی بی الظھر ٥ نیز ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الظھر اذ ازالت الشمس ثم تلا "اقم الصلوۃ لدلوک الشمس" ٥ نیز مثل سعید ابن منصور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے (دلوکھا زوالھا) بزار وابوالشیخ وابن مردویہ نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (لدلوک الشمس زوالھا) عبدالرزاق نے مصنف میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دلوک الشمس اذا ازالت عن بطن السماء ٥ مجمع بحار الانوار میں ہے۔ زاغت الشمس مالت وزالت عن اعلی درجات ارتفاعھا ٥ فقہ میں وقت زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک کی زبانوں پر مشہور۔ کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے؟ اور احسن الخالقین جلّ وعلا نے جہاں تک کی حرکت کا اسے امکان دیا ہے اس سے آگے پاؤں پھیلاتا ہے۔ حاشا! مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہوگیا۔ یونہی زمین اگر دورہ کرتی، ضرور اسے زوال ہوتا اگرچہ مدار سے نہ نکلتی۔ اس پر اگر یہ خیال جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہی سرکنا ہے پھر ہر وقت کو زوال کیوں نہیں کہتے تو یہ محض جاہلانہ سوال ہوگا، وجہ تسمیہ مُطرد نہیں ہوتی۔

کتب میں یہ مشہور حکایت ہے کہ مُطرد ماننے والے سے پوچھا جرجیر یعنی چینے کو کہ ایک قسم کا اناج ہے جرجیر کیوں کہتے ہیں؟ کہا لانہ یتجرجر علی الارض اس لیے کہ وہ زمین پر جنبش کرتا ہے کہا تمہاری داڑھی کو جرجیر کیوں نہیں کہتے؟ یہ بھی تو جنبش کرتی ہے قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں؟ (لان الماء یقر فیھا) اس میں پانی ٹھہرتا ہے، کہا، تمہارے پیٹ کو قارورہ کیوں نہیں کہتے؟ اس میں بھی تو پانی ٹھہرتا ہے۔ یہاں تین ہی موضوع ممتاز تھے افق شرقی وغربی و دائرہ نصف

النہار، ان سے سرکنے کا نام طلوع و غروب رکھا کہ یہی انسب و وجہ تمایز تھا[1]۔ اور اس تجاوز کو زوال کہا اگرچہ جگہ سے زوال آفتاب کو شبہ ہر وقت ہے۔

آیت کریمہ (وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرأت ہے (لا مستقر لہا) یعنی سورج چلتا ہے کسی وقت اسے قرار نہیں۔ اوپر گزرا کہ قرار کا مقابل زوال ہے، جب کسی وقت قرار نہیں تو ہر وقت زوال، اگرچہ تسمیہ میں ایک زوال معین کا نام زوال رکھا۔

تمام گفتگو کی غرض و غایت

غرض کلام اس میں ہے کہ احادیث مرفوعہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و آثار صحابۂ کرام و اجماع اہل اسلام نے آفتاب کا اپنے مدار میں رہ کر ایک جگہ سے سرکنے کو زوال کہا اگر زمین متحرک ہوتی تو یقیناً ایک جگہ سے اس کا سرکنا ہی زوال ہوتا اگرچہ مدار سے باہر نہ جاتی۔ لیکن قرآن عظیم اپنے صاف ارشاد میں اس کے زوال کا انکار فرمار ہا ہے تو قطعاً واجب ہوا کہ زمین اصلاً متحرک نہ ہو۔

(ب) بلکہ خود یہی زوال کہ قرآن وحدیث وفقہ و زبان جملہ مسلمین سب میں مذکور ہے۔ قائلان دورۂ زمین اسے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکت یومیہ اسی کی جانب منسوب کرتے ہیں یعنی آفتاب یہ حرکت نہیں کرتا بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے جب وہ حصہ جس پر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہوگیا، رات ہوئی، جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا، کہتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا۔ حالانکہ زمین یعنی اس حصۂ ارض نے جانب شمس رخ کیا، جب اتنا گھوما کہ آفتاب ہمارے سروں کے محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرہ نصف النہار مرکز شمس کے مقابل آیا، دوپہر ہوگئی، جب زمین، یہاں سے آگے بڑھی، دوپہر ڈھل گئی، کہتے ہیں آفتاب کو زوال ہوا، حالانکہ

---

[1] وجہ تمایز۔ ایک دوسرے ممتاز کرنے کی وجہ

زمین کو ہوا۔ یہ ان کا مذہب ہے اور صَراحۃً قرآن عظیم کا بکسر الذال مکذب و بفتح الذال مکذب ہے۔ مسلمین تو مسلمین بیروت وغیرہ کے سنہاری قائلان حرکت ارض بھی جن کی زبان عربی ہے اس وقت کو وقت زوال اور دھوپ گھڑی کو مزولہ کہتے ہیں۔ یعنی زوال پہچاننے کا آلہ، اور اگر ان سے کہیے، کیا شمس زوال کرتا ہے؟ کہیں گے نہیں بلکہ زمین حالانکہ وہ مدار سے باہر نہ گئی، تو آپ کی تاویل موافقین و مخالفین کسی کو بھی قبول نہیں۔

ج۔ اوروں سے کیا مراد؟ آپ تو بِفَضْلِہٖ تعالیٰ مسلمان ہیں، ابتدائے وقت ظہر زوال سے جانتے ہیں، کیا ہزار بار نہ کہا ہوگا؟ کہ زوال کا وقت ہے۔ زوال ہونے کو ہے، زوال ہو گیا، کاہے سے زوال ہوا، دائرہ نصف النہار سے کس کا زوال ہوا؟ آپ کے نزدیک زمین کا کہ اسی کی حرکت محوری سے ہوا۔ حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے "کہ زمین کو زوال نہیں" اب خود مان کہ کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رہ کر اسے زوال ہوتا ہے دنیا سے زوالِ کفار پیش کرنے کا کیا موقع رہا؟

انصاف شرط ہے اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم۔ وباللہ التوفیق۔

(د) یہاں سے بحمدہٖ تعالیٰ حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی خوب توضیح ہو گئی کہ حرکتِ محوری زوال کو بس ہے۔

(۹) بحمدہ اللہ تعالیٰ چھ آیتیں یہ گزریں آیت۔

(۱) (ان اللہ یمسک)

(۲) (ولئن زالتا)

(۳) (لدلوک الشمس)

(۴) (فلما افلت)

(۵) (وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها)
(۶) (حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدها تطلع علی قوم لم نجعل لهم من دونها ستراً)
اور ان سب سے زائد آیت۔

(۷) (وتری الشمس اذا طلعت تزاور عن کهفهم ذات الیمین واذا غربت تقرضهم ذات الشمال وهم فی فجوة منه ذلک من آیات اللہ) "تو آفتاب کو دیکھے گا جب طلوع کرتا ہے ان کے غار سے دہنی طرف مائل ہوتا ہے اور جب ڈوبتا ہے ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں ہیں یہ قدرت الٰہی کی نشانیوں سے ہیں"، یونہی صدہا احادیث ارشاد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خصوصاً حدیث صحیح بخاری ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابی ذر حین غربت الشمس اتدری این تذهب قلت اللہ ورسوله اعلم قال فانها تذهب حتی تسجد تحت العرش فتستاذن فیؤذن بها ویوشک ان تسجد فلا یقبل منها وتستاذن فلا یؤذن لها قال لها ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربها فذلک قوله تعالیٰ" والشمس تجری لمستقر لها ذلک تقدیر العزیز العلیم"

یونہی ہزارہا آثار صحابہ عظام وتابعین کرام واجماع امت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع وغروب کرتا ہے، آفتاب کو وسط شمال سے زوال ہوتا ہے، آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے، بدیہی ہے، اور خود مخالفین کو تسلیم کہ طلوع وغروب وزوال نہیں، مگر حرکت یومیہ سے۔ تو جس کے یہ احوال ہیں حرکت یومیہ اُسی کی حرکت ہے، تو قرآن عظیم واحادیث متواتر واجماع امت

سے ثابت ہیں کہ حرکتِ یومیہ حرکتِ شمس ہے، نہ کہ حرکت زمین۔ لیکن اگر زمین حرکت محوری کرتی تو حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہوتی جیساکہ مزعوم مخالفین ہے تو روشن ہوا کہ زعم سائنس باطل و مردود ہے۔ پھر شمس کی حرکت یومیہ جس سے طلوع و غروب و زوال ہی نہ ہو گی مگر یوں کہ وہ گرد زمین دورہ کرتا ہے، تو قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہوا کہ آفتاب حولِ عرض دائر ہے۔ لاجرم زمین مدار شمس کے جوف میں ہے تو ناممکن ہے کہ زمین گردِ شمس دورہ کرتی اور آفتاب مدار جوف میں ہو۔ تو بحمداللہ تعالیٰ آیات کریمہ متکاثرہ[1] و احادیث متواترہ و اجماع امت طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکتِ محوری و مداری دونوں باطل ہیں۔ وللہ الحمد!

زیادہ سے زیادہ مخالف یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ غروب تو حقیقۃً شمس کے لیے ہے کہ وہ غیبت ہے، اور آفتاب ہی اس حرکت زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے، اور زوال حقیقۃً زمین کے لیے ہے کہ یہ ہٹتی ہے، نہ کہ آفتاب، اور طلوع حقیقۃً کسی کے لیے نہیں، کہ طلوع صعود اور اوپر چڑھنا ہے حدیث میں ہے کہ (لکل حد مطلع) نہایہ و درمنثور مجمع البحار، وقاموس میں ہے (ای مصعد یصعد الیہ من معرفتہ علمہ) نیز ثلاثہ اصول و تاج العروس میں ہے (مطلع الجبیل مصعدہ) حدیث میں ہے کہ (طلع المنبر) مجمع البحار میں ہے (ای علاہ) ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی، اور مخالف کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت پر نہ چڑھا کہ طلوع اس کی حرکت سے نہیں۔ لاجرم طلوع سرے سے باطل محض ہے، مگر سکان زمین کو حرکت زمین محسوس نہیں ہوتی انہیں وہم گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا، چڑھتا، ڈھلتا ہے۔ لہٰذا طلوع و زوالِ شمس کہتے ہیں۔ یہ کوئی کافر کہہ سکے مسلمان کیونکہ روا رکھ سکے کہ جاہلانہ وہم جو لوگوں کو گزرتا ہے،

---

[1] متکاثرہ

قرآن عظیم بھی معاذ اللہ اسی وہم پر چلا ہے۔ اور واقع کے خلاف طلوع وزوال کو آفتاب کی طرح نسبت فرمادیا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ؛ لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکت شمس وسکون زمین پر ایمان لائے۔ واللہ الہادی !

(۱۰) سورۂ طہٰ و سورۂ زخرف دو جگہ ارشاد ہوا ہے (الذی جعل لکم الارض مھدا) دونوں جگہ صرف کوفیوں مثل امام عاصم نے جن کی قرأت ہند میں رائج ہے "مھدا" پڑھا، باقی تمام ائمہ قرأت نے "مھادا" بزیادت الف۔ دونوں کے معنی ہیں بچھونا، جیسے فرش و فراش یونہی مھد او مھادا (۱) پس قرأت عام ائمہ نے قرأت کوفی کی تفسیر فرمادی کہ "مھد" سے مراد فرش ہے مدارک شریف سورۂ طہٰ میں ہے (مھدا) کوفی وغیرھم مھادا وھما لغتان لما یبسط ای الفرش اسی کی سورۂ زخرف میں ہے مھدا کوفی وغیرھم مھادا ای موضع قرار معالم شریف میں ہے کہ قرأ اھل الکوفۃ ھٰھنا فی الزخرف فیکون مصدرا ای فراشا وھو اسلم لما یفرش کا بساط۔ تفسیر ابن عباس میں دونوں جگہ ہے (مھدا) فراشا نیز یہی مضمون قرآن عظیم کی بہت آیات میں ارشاد ہے الم نجعل الارض مھادا فرماتا ہے الذی جعل لکم الارض فراشا اور قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے کہ خود قرآن کریم فرمائے (ب) بچے ہی کا مہد ہو تو وہ کیا اس کے بچھونے کو نہیں کہتے ؟ جلالین سورۂ زخرف میں ہے (مھدا) فراشا کالمھد للصبی ٥ لاجرم، حضرت شیخ سعدی و شاہ ولی اللہ نے مھدا کا ترجمہ طہٰ میں فرش اور زخرف میں بساط ہی کیا اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے دونوں جگہ بچھونا لکھا ہے۔

زمین گہوارہ ہے۔

(ج) گہوارہ ہی ہو تو اس سے تشبیہ آرام میں ہو گی، نہ کہ حرکت میں، ظاہر کہ زمین اگر

بفرضِ باطل جنبش بھی کرتی تو اس سے نہ ساکنوں کی نیند آتی ہے، نہ گرمی کے وقت ہوا لاتی ہے، تو گہوارہ سے اسے بحیثیت جنبش مشابہت نہیں ہے، تو بحیثیت آرام و راحت ہے، خود گہوارہ سے اصل مقصد یہی ہے نہ کہ ہلانا، تو وجہ شبہ وہی ہے، نہ یہ، لاجرم، اسی کو مفسرین نے اختیار کیا۔

لُطف کی بات

(د) لطف یہ کہ علماء نے اس تشبیہ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا، بالکل نقیض[1] اس کا جو آپ چاہتے ہیں تفسیر کبیر میں ہے کون الارض مھدا انما حصل لاجل کونھا واقفۃ ساکنۃ ولما کان المھد موضع الراحۃ للصبی جعل الارض مھدا لکثرۃ ما فیھا من الراحات ۰ خازن میں ہے یجعل لکم الارض مھدا۔ معناہ واقفۃ ساکنۃ یمکن الانتفاع بھا ولما کان المھد موضع راحۃ الصبی فلذلک سمی الارض مھادا لکثرۃ ما فیھا من الراحۃ للخلق خطیب شربینی پھر فتوحات الٰہیہ میں زیر (آیت) کریمہ زُخرُف ہے ای لو شاء جعلھا متحرکۃ فیما یمکن الانتفاع بھا فالانتفاع بھا ان یحصل لکونھا مسطحۃ قارۃ ساکنۃ ۰

اس ارشاد علماء پر کہ زمین متحرک ہوتی تو اس سے انتفاع نہ ہوتا، کاسہ لیسانِ فلسفۂ جدیدہ کو اگر یہ شبہ لگے کہ اس کی حرکت محسوس نہیں، تو ان سے کہیئے یہ تمہاری ہوس خام ہے "فوز مبین" دیکھیئے۔ ہم نے خود فلسفہ جدیدہ کے مسلّمات عدیدہ سے ثابت کیا ہے کہ اگر زمین متحرک ہوتی، جیسا وہ مانتے ہیں تو یقیناً اس کی حرکت ہر وقت سخت زلزلہ اور شدید آندھیاں لاتی۔ انسان، حیوان کوئی اس پر نہ بس سکتا، زبان سے ایک بات ہانک دینا آسان ہے مگر اس پر جو قاہر ردّ ہوں ان کا اٹھانا ہزار ہا بانس پیراتا[2] ہے۔

---

[1] نقیض:
[2] بانس پیرا:

اہلِ یورپ کے دلائل کا قلع قمع "فوزِ مبین" میں

(۱۱) دیباچہ میں جو آپ نے دلائلِ حرکتِ زمین کتبِ انگریزی سے نقل فرمائے الحمد للہ ان میں کوئی نام کو تام نہیں، سب پادر ہوا ہیں زندگی بالخیر ہے تو آپ انشاء اللہ تعالیٰ اِن سب کا رد بلیغ فقیر کی کتاب "فوزِ مبین" کی فصل چہارم میں دیکھیں گے بلکہ وہ آٹھ سطریں جو میں نے اول میں لکھ دی ہیں کہ یورپ والوں کو طریقۂ استدلال اصلاً نہیں آتا نہیں اثباتِ دعویٰ کی تمیز نہیں، ان کے اوہام جن کو بنام دلیل پیش کرتے ہیں یہ یہ علتیں رکھتے ہیں مصنف ذی فہم مناظرہ داں کے لیے وہی ان کے رد میں بس ہیں کہ یہ دلائل بھی انہیں علتوں کے پابند ہوس ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ آپ جیسے دیندار سنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآنِ عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم و مسئلہ اسلامی و اجماع امتِ گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہو سکتی اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث و اجماع سچے یہ ہے بحمد للہ شانِ اسلام۔ محب فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہو گی کہ اسلامی مسائل کو آیات کریمہ و نصوص میں تاویلات دُور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی، نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہو گی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی، اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہٖ تعالیٰ دشوار نہیں، آپ اسے بچشم پسند دیکھتے ہیں و عین الرضا عن کل عیب کلیلۃ o اس کے معائب مخفی رہتے ہیں۔ مولیٰ عزّ و جل کی عنایت اور حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کر کے اس کے دعاوی باطلہ مخالفہ

لہ پادر ہوا۔
لہ بس ہیں۔ کافی ہیں۔

اسلام کو بنظر تحقیر و مخالفت دیکھئے۔ اس وقت انشاءاللہ العزیز القدیر اس کی ملمع کاریاں آپ پر کھلتی جائیں گی۔

آپ جس طرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہد ہیں یونہی سائنس کے مقابل آپ نصرت اسلام کے لیے تیار ہوجائیں گے کہ ومکن عین السخط تبدے المساویاہ حضرت مولوی اقدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں ؎

دشمن راہ خدا را خوار دار ❊ دزد را منبر منہ بردار دار

رب کریم بجاہ نبی رؤف الرحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہمیں اور آپ اور ہمارے بھائیوں اہلسنّت خادمان ملت کو نصرت دین حق کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے۔ آمین الہ الحق امین ہ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولینا فانصرنا علی القوم الکفرین ہ والحمد للہ رب العالمین ہ وصلی اللہ علی سیدنا و مولینا محمد وآلہ واصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین امین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مُعین مُبین
بہر دورِ شمس و سکونِ زمین

۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ

یہ تحقیقی مقالہ بیاسی (۸۲) سال پہلے امریکی پروفیسر البرٹ پورٹا (ALBERT PORTA) کی ہولناک پیشین گوئی کے جواب میں لکھا گیا

دار الرضا لاہور

حرف اوّل

بانکی پور (پٹنہ بہارت) کے انگریزی اخبار "ایکسپریس" (شمارہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء) میں امریکی ہیئت دان پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیش گوئی، ار دسمبر ۱۹۱۹ء کے متعلق شائع ہوئی جس سے ہندوستان میں ہیجان پیدا ہوگیا۔ امام احمد رضا بریلوی سے اس کے بارے میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے اس پیش گوئی کے رد میں ایک مفصل و مدلل مقالہ "معین مبین بہر دور شمس و سکونِ زمین" قلمبند کیا۔

یہ مقالہ ماہنامہ "الرضا" (بریلی) کے دو شماروں صفر ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء، ربیع الاوّل ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں شائع ہوا اور ملک کے طول و عرض میں اس کی پذیرائی ہوئی۔

امام احمد رضا بریلوی کے خلیفہ مجاز مولانا محمد ظفر الدین بہاری نے مظہر المناقب کے تاریخی نام سے ۱۳۶۹ھ/۱۹۳۸ء میں "حیات اعلیٰحضرت" چار جلدوں میں ترتیب دی۔ اسکی صرف پہلی جلد مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی سے شائع ہو سکی، باقی جلدوں کے مسودات انکے صاحبزادے ڈاکٹر مختار الدین آرزو (صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے پاس محفوظ ہیں پہلی جلد کے صفحہ ۲۹۱ پر امام احمد رضا کے مکتوب نمبر ۳۸ میں مذکورہ مقالہ مکمل شائع نہیں ہوا شاید باقی حصہ دوسری غیر مطبوعہ جلد میں ہو۔

ماہنامہ نوری کرن (بریلی) جولائی ۱۹۶۳ء کے صفحہ ۱ تا ۲۳ پر مکمل مقالہ شائع ہوا ہفت روزہ "افق" کراچی ۲۲ جنوری ۱۹۸۰ء نے بھی مکمل مقالہ شائع کیا۔

پیشِ نظر مقالہ میں امام احمد رضا نے پروفیسر البرٹ کے رد میں ۱۷ دلائل پیش کئے، شیز نامی ایک عیسائی راہب، علامہ قطب الدین شیرازی، ابن ماجہ اندلسی، ہرشل حکیم، ہرشل دوم، نسمٹ، کوسکی، راجر لانک وغیرہ کے مشاہدات و تجربات کا ذکر کیا ہے۔ پھر ماضی و حال کے تجربات و مشاہدات اور اپنے نتائج کی روشنی میں پروفیسر البرٹ کی پیش گوئی کا قطعاً رد فرمایا۔ خدا کی شان پیش گوئی بالکل باطل ثابت ہوئی اور امام احمد رضا نے جو کچھ کہا تھا حق ثابت ہوا۔ امام احمد رضا کا یہ مضمون مدیر الرضا (بریلی) مولانا حسنین رضا خاں کے مجمل نوٹ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

خلیل احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالافتاء میں ملک العلماء جناب مولانا ظفر الدین صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ ارشد تلامذۂ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بانکی پور کے انگریزی اخبار ایکسپریس ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے دوسرے ورق کا صرف پہلا کالم تراش کر بغرض ملاحظہ و استصواب حاضر کیا جس میں امریکہ کے منجم پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیش گوئی ہے۔ جناب نواب وزیر احمد خانصاحب و جناب سید اشتیاق علی صاحب رضوی نے ترجمہ کیا جس کا خلاصہ یہ ہے:-

"۱۷ دسمبر کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، نیپچون۔ یہ چھ سیارے جن کی طاقت سب سے زائد ہے۔ قران میں ہوں گے آفتاب کے ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ فاصلہ میں جمع ہو کر اُسے بقوّت کھینچیں گے۔ اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا اور مقابلہ میں آتا جائے گا۔ ایک بڑا کوکب یورنیس۔ سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیأت میں کبھی نہ جانا گیا۔ یورنیس اور ان چھ میں مقناطیسی لہر آفتاب میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کرے گی۔ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع سے جو بیس صدیوں سے نہ دیکھا گیا تھا ممالک متحدہ کو دسمبر میں بڑے خوفناک طوفان آب سے صاف کر دیا جائے گا۔ یہ داغ شمس ۱۷ دسمبر کو ظاہر ہوگا جو بغیر آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ بغیر آلات کے دیکھا جائے آج تک نہ ظاہر ہوا اور ایک وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب میں ہوگا۔ یہ داغ شمس کرہ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ طوفان بجلیاں اور سخت مینہ اور بڑے زلزلے ہوں گے زمین ہفتوں میں اعتدال پر آئے گی۔"

محسن ملت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب حسب ذیل ارشاد فرمایا:-

"یہ سب اوہام باطلہ و ہوسات عاطلہ ہیں مسلمانوں کو ان کی طرف اصلاً التفات جائز نہیں۔"

ا۔ منجم نے ان کی بنا کواکب کے طول وسطی پر رکھی جسے ہیأت جدیدہ میں طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں اس میں وہ چھ کواکب باہم ۲۶ درجے ۲۲ دقیقے کے فصل میں

ہوں گے مگر یہ فرض خود فرض باطل و مطرود اور قرآن عظیم کے ارشادات سے مردود ہے نہ شمس مرکز ہے نہ کواکب اس کے گرد متحرک بلکہ زمین کا مرکز ثقل مرکز عالم ہے اور سب کواکب اور خود شمس اس کے گرد دائر۔ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے :-

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (پ۲۷)	سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے ؛
اور فرماتا ہے :- وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ط (پ۲۳)	سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے یہ سادھا ہوا ہے زبردست علم والے کا ؛
اور فرماتا ہے: وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ط (پ۲۳)	چاند سورج ایک ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں ؛
اور فرماتا ہے : وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ (پ۱۳)	تمہارے لیے چاند اور سورج مسخر کیے کہ دونوں باقاعدہ چل رہے ہیں ؛

اور سورہ رعد میں فرماتا ہے :-

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى (پ۱۳)	اللہ نے مسخر فرمائے چاند سورج ہر ایک ٹھہرائے وقت تک چل رہا ہے ؛

بعینہٖ اسی طرح سورۂ لقمان، سورہ ملک، سورہ زُمر میں فرمایا۔ اس پر جو جاہلانہ اختراع پیش کرے اس کے جواب کو آیہ کریمہ ہمیں تعلیم فرمادی ہے :

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ط (پ)	(کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک خبردار) تو یہ پیش گوئی کا سرے سے مبنی ہی باطل ہے ؛

۲۔ یہ جسے طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں حقیقۃً کواکب کے اوساط معدلہ بتعدیل اوّل ہیں جیسا کہ واقف علم زیجات پر ظاہر ہے اور اوساط کواکب کے حقیقی مقامات نہیں ہوتے بلکہ فرضی اور اعتبار حقیقی کا ہے۔ ۱۷ دسمبر کو کواکب کے حقیقی مقام یہ ہوں گے۔

کوکب	تقویم		
	برج	درجہ	دقیقہ
نیپچون	اسد	۱۱	۱۵
مشتری	"	۱۷	۵۴
زحل	سنبلہ	۱۱	۳۹
مریخ	میزان	۹	۱۰
زہرہ	عقرب	۹	۱۹
عطارد	قوس	۳	۳۰
شمس	"	۲۴	۳۰
یورنیس	دلو	۲۸	۲۶

ظاہر ہے کہ ان ۶ کا باہمی فاصلہ نہ ۲۶ درجے میں محدود بلکہ ۱۱۲ درجے تک محدود یہ تقویمیں اس دن تمام ہندوستان میں ریلوے وقت سے ساڑھے پانچ بجے شام اور نیویارک ممالک متحدہ امریکہ میں ۷ بجے صبح اور لندن میں دوپہر کے ۲ بجے ہوں گے۔ یہ فاصلہ ان تقویمات کا ہے باہمی بُعد اس سے قلیل مختلف ہوگا کہ عرض کی قوسیں چھوٹی ہیں۔ اس کے استخراج کی حاجت نہیں کہ کہاں ۲۶ اور کہاں ۱۱۲۔

۳۔ یہ کلام اسلامی اصول پر تھا اب کچھ عقلی بھی لیجئے۔ یہ کہنا کہ دو ہزار برس سے ایسا اجتماع نہ دیکھا گیا بلکہ جب سے کواکب کی تاریخ شروع ہوئی ہے نہ جانا گیا محض جزاف ہے۔ مدعی اس پر دلیل رکھتا ہے تو پیش کرے ورنہ روز اول کواکب درکنار دو ہزار برس کے تمام زیجات بالاستیعاب اس کے مطالعہ نے اور ایسا اجتماع نہ پایا۔ یہ بھی یقیناً نہیں تو دعویٰ بے دلیل باطل و ذلیل۔ اور یورنیس اور نیپچون تو اب ظاہر ہوئے۔ اگلے زیجات میں ان کا پتہ کہاں مگر یہ کہ اوساط موجودہ سے بطریق تفریق اُن کے ہزاروں برس کے اوساط نکالے ہوں یہ بھی ظاہر النفی ہے اور دعویٰ محض ادعا۔

۴۔ کیا سب کواکب نے آپس میں صلح کر کے آزار آفتاب پر ایکا کر لیا ہے؟ یہ تو محض باطل ہے۔ بلکہ مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے تو اس کا اثر سب پر ہے اور قریب تر پر قوی تر اور ضعیف تر پر شدید تر۔ اور ۷ ا دسمبر کو اوساط کواکب کا نقشہ یہ ہے :۔

کوکب	وسط درجہ	وسط دقیقہ
مشتری	۱۲۹	۲۰
نیپچون	۱۲۹	۵۳
زہرہ	۱۴۲	۴۲
عطارد	۱۵۳	۵۰
مریخ	۱۵۴	۱۷
زحل	۱۵۵	۴۳
یورنیس	۳۳۰	۵۷

اور ظاہر ہے کہ آفتاب ان سے ہزاروں درجے بڑا ہے۔ جب اتنے بڑے پر ۶ کی کھینچ تان اُس کا منہ زخمی کرنے میں کامیاب ہوگی تو زحل کہ اس سے نہایت صغیر و حقیر ہے۔ پانچ کی کشاکش اور اُدھر سے یورنیس کی مارا مار یقیناً اُس کو فنا کر دینے کو کافی ہوگی اور اس کے اعتبار سے اُن کا فاصلہ اور بھی تنگ صرف ۲۵ درجے۔

۵۔ مریخ زحل سے بھی بہت چھوٹا ہے اور اس کے لحاظ سے فاصلہ اور بھی کم فقط ساڑھے ۲۴ درجے تو یہ پانچ ہی ملکر اسے پاش پاش کر دیں گے۔

۶۔ عطارد تو سب میں چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۲ ہی درجہ کے فاصلہ میں ہیں تو ۲۶ کا آدھا ہے تو یہ تین عظیم ہاتھی مع یورنیس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔ منجم نے اسی مضمون میں کہا کہ دو سیارے ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹا داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں اور تین انمیں سے بڑا طوفان اور بڑا داغ اور چار فی الحقیقۃ ایک بہت بڑا طوفان اور بہت بڑا داغ۔ جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے تو بے چارے عطارد اور مریخ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں اور زحل پر تو اکٹھے چھ جمع ہیں تو جو نسبت اُن کو آفتاب سے ہے اُسی نسبت سے اُن پر اثر زیادہ ہونا لازم واجب تھا کہ یہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں لیکن ان میں نافریت بھی رکھی ہے وہ انہیں تمرّد پر لائے گی جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جواذب میں گم جانا۔ جیسا کہ ہمیشہ مشہور ہے کہ کمزور چیز نہایت قوی قوت سے کھینچی جائے اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے کھنچ آئے گی ورنہ ٹکڑے ہو جائے گی یہ سب اگر نہ ہوگا تو کیوں؟ حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ

آفتاب کی جان چھوٹی وہ آپس میں کٹ مر کر فنا ہوں گے نہ آفتاب کے اس طرف چھوڑیں گے نہ اُس کے زخم آئے گا۔ بالجملہ پیش گوئی محض باطل و بادر ہوا ہے۔ غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خلق میں جو چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً بمشیت الٰہی معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے کہ سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیش گوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کواکب پر مبنی ہیں وہ اوضاع فرضی ہیں اور اگر بفرض غلط واقعی بھی ہوتے تو نتائج جن اصول پر مبنی ہیں وہ اصول محض بے اصل منگڑھت ہیں جن کا مہمل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا اگر جاذبیت صحیح ہے تو یہ اجتماع نہ چاہیے اور اگر یہ اجتماع قائم ہے تو جاذبیت کا اثر غلط ہے۔ بہرحال پیش گوئی باطل

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الحق وَھُوَ یَھْدِ السبیل۔

۷۔ جاذبیت پر ایک سہل سوال اوج و حضیض شمس سے ہوتا ہے جس کا ہر سال مشاہدہ ہے نقطہ اوج پر کہ اس کا وقت تقریباً سوم جولائی ہے۔ آفتاب زمین سے غایت بُعد پر ہوتا ہے۔ اور نقطہ حضیض پر کہ تقریباً سوم جنوری ہے۔ غایت قرب پر یہ تفاوت اکتیس لاکھ میل سے زیادہ ہے کہ تفتیش جدید میں بعد اوسط نو کروڑ انتیس لاکھ میل بتایا گیا ہے اور ہم نے حساب کیا مابین المرکزین دو درجے پینتالیس ثانیے یعنی ۲۶.۵۲۱۲ ہے۔ تو بعد ابعد ۹۴۴۵۸۰۲۶ میل ہوا اور بُعد اقرب ۹،۱۳،۴۱،۹۷۴ میل تفاوت ۳۱،۱۶،۰۵۲ میل اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے مرکز اسفل میں آفتاب ہے جیسا کہ ہیأت جدیدہ کا زعم ہے۔ اوّل تو نافریت ارض کو جاذبیت شمس سے کیا نسبت کہ آفتاب حسب بیان اصول علم الہیأت ہیئات جدیدہ میں بارہ لاکھ پینتالیس ہزار ایک سو تیس زمینوں کے برابر ہے اور ہم نے بربنائے مقرراتِ[1] تازہ اصل کُردی پر حساب کیا تو اس سے بھی زائد آیا یعنی آفتاب

---

[1] وہ مقررات تازہ یہ ہیں قطر مدار شمس اٹھارہ کروڑ اٹھاون لاکھ میل قطر معدل زمین ۷۹۱۳،۰۸۶

تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر ہے بعض کتب جدیدہ میں ۱۴ لاکھ ہے وہ جرم کہ اسکے بارہ تیرہ لاکھ کے حصّوں میں سے ایک کے بھی برابر نہیں، اسکی کیا مقاومت کر سکتا ہے تو گردو دورہ نہ کرنا تھا بلکہ پہلے ہی دن کھینچکر اس میں مل جانا، کیا بارہ تیرہ لاکھ آدمی مل کر ایک کو کھینچیں تو وہ کھنچ نہ سکے گا بلکہ ان کے گرد گھومے گا۔

ثانیاً: جبکہ نصف دورے میں جاذبیت شمس غالب آکر اکتیس لاکھ میل سے زائد زمین کو قریب کھینچ لائی تو نصف دوم میں اُسے کس نے ضعیف کر دیا کہ زمین پھر اکتیس لاکھ میل سے زیادہ دور بھاگ گئی حالانکہ قرب موجب قوت اثر جذب ہے تو حضیض پر لاکر جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہونا اور زمین کا وقتاً فوقتاً قریب تر ہوتا جانا لازم تھا نہ کہ نہایت قرب پر اُس کی قوّت سُست پڑے اور زمین اس کے نیچے سے چھوٹ کر پھر اتنی ہی دُور ہو جائے شاید جولائی سے جنوری تک آفتاب کو راتب زیادہ ملتا ہے قوت تیز ہوتی ہے اور جنوری سے جولائی تک بھوکا رہتا ہے اور کمزور پڑ جاتا ہے۔ دو جسم اگر برابر کے ہوتے تو یہ کہنا ایک ظاہری لگتی ہوئی بات ہوتی کہ نصف دورے میں یہ غالب رہتا ہے نصف میں وہ، نہ کہ وہ جرم کہ زمین کے ۱۲ لاکھ امثال سے بڑا ہے اسے کھینچکر ۳۱ لاکھ میل سے زیادہ قریب کرلے اور عین شباب اثر جذب کے وقت سُست پڑ جائے اور اِدھر ایک اُدھر ۱۲ لاکھ سے زائد پر غلبہ و مغلوبیت کا دَورہ پورا نصف نصف انقسام پائے۔

لاکھ میل قطر اوسط شمس و قائق محیطیہ سے تیئیس دقیقے چار ثانیے پس اس قاعدے پر کہ ہم نے ایجاد اور اپنے فتاوے جلد اوّل رسالہ الہنی النمیر میں ایراد کیا، ۷٫۵۳۰۹۰+۲۶٫۰۸ لو امیال قطر مدار + ۹۹۳۱۷۹۳۶۰ = ۸٫۷۶۶۱۹۵۶ لو امیال محیط، ۵۲۸۵۴۴۳۳۳۲٫۳ لو، دقائق محیط = ۱۸۳۱۷۲۱۴۳۶ لو امیال و دقیقہ محیطیہ ۱۲۵۰۶۰۵۳۹+ لو ۳ وقائق قطر شمس = ۵۷۹۷۷۳۹۶۵ لو امیال قطر شمس ما۔ ۹۵۴۳۸۹۸۶۳ لو امیال قطر زمین = ۸۹۳۴۹۰۶۲ لو نسبت قطرین ما × ۳ کہ کرہ : کرہ :: قطر : قطر مثلثہ بالتکریر = ۴۹۳۴۸۱۱۶۶ لو نسبت کرتین عدد ۱۳۱۳۲۵۶ و ہو المقصود یعنی محیط فلک شمس اٹھاون کروڑ تیئیس لاکھ آٹھ ہزار میل ہے اور ایک دقیقہ محیطیہ ۲۷۰۲۳۶۵ میل اور قطر شمس ۸۶۶۵۵۴۶۲ میل اور وہ قطر زمین کے ۵۰۹٫۰۹ امثل ہے اور جرم شمس تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر اور علم حق اسکے خالق جل و علا کو ۱۲ منہ مدظلہ العالی۔

ثالثاً: خاص انہیں نقطوں کا تعین اور ہر سال انہیں پر غلبہ و مغلوبیت کی کیا وجہ ہے: بخلاف ہمارے اصول کے کہ زمین ساکن اور آفتاب[1] اس کے گرد ایک ایسے دائرے پر متحرک جس کا مرکز، مرکزِ عالم سے اکتیس لاکھ سولہ ہزار باون میل باہر ہے اگر مرکز متحد ہوتا زمین سے آفتاب کا بُعد ہمیشہ یکساں رہتا مگر بوجہ خروج مرکز جب آفتاب نقطۂ ا پر ہوگا مرکز زمین سے اس کا فصل ا ج ہوگا یعنی بقدر ا ب نصف قطر مدار شمس + ب ج مابین المرکزین اور جب نقطۂ ء پر ہوگا اس کا فصل ج ء ہوگا یعنی بقدر ب ء نصف قطر مدار شمس − ب ج مابین المرکزین دونوں فصلوں میں بقدر دو چند مابین المرکزین فرق ہوگا یہ اصل کُروی پر ہے لیکن وہ بُعد اوسط اصل بیضی پر لیا گیا ہے اس میں بُعد اوسط منتصف مابین المرکزین پر ہے تو بُعد اوسط + نصف مابین المرکزین = بُعد ابعد، − نصف مذکور =

---

[1] **تنبیہ ضروری:** آفتاب کو مرکز ساکن اور زمین کو اسکے گرد دائر ماننا تو صراحۃً آیاتِ قرآنیہ کا صاف انکار ہے ہی ہیئات یونان کا مزعوم کہ آفتاب مرکز زمین کے گرد دائر تو ہے مگر نہ خود بلکہ حرکت فلک سے آفتاب کی حرکت عرضیہ ہے جیسے جالس سفینہ کی۔ یہ بھی ظاہر قرآن کریم کے خلاف ہے بلکہ خود آفتاب متحرک ہے آسمان میں تیرتا ہے جس طرح دریا میں مچھلی۔ قال اللہ تعالیٰ: وکل فی فلک یسبحون ۔ افقہ الصحابۃ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود و صاحبِ سرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے حضور کعب کا قول مذکور ہوا کہ آسمان گھومتا ہے۔ دونوں حضرات نے بالاتفاق فرمایا:

"کذب کعب ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا"

کعب نے غلط کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکیں نہیں"۔ زاد ابن مسعود، وکفی بہا زوالا ان تدور رواہ عنہ سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و عن حذیفۃ عبد بن حمید۔

اس آیت میں اگرچہ تاویل ہوسکے صحابہ کرام خصوصاً ایسے اجلہ اعلم بمعانی القرآن ہیں اور اُن کا اتباع واجب۔ ۱۲ منہ مدظلہ العالیٰ ۔

بعد اقرب لاجرم بقدر مابین المرکزین فرق ہوگا اور یہی نقطے اس قرب و بُعد کے لیے خود ہی متعین رہیں گے کتنی صاف بات ہے جس میں نہ جاذبیت کا جھگڑا نہ نافریت کا بکھیڑا۔ ذلک تقدیر العزیز العلیم ہ یہ ساد ھا ہوا ہے زبردست جاننے والے کا، جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و آلہ وصحبہ وسلم۔ ۱۹ صفر ۱۳۳۸ھ / ۱۲ نومبر ۱۹۱۹ء[1]

۸۔ اقول جاذبیت کے بطلان پر دوسرا شاہد عدل قمر ہے۔ ہیئات جدیدہ میں قرار پا چکا ہے کہ اگرچہ زمین قمر کو قریب سے کھینچتی ہے اور آفتاب دُور سے مگر جرم شمس لاکھوں درجے جرم زمین سے بڑا ہونے کے باعث اُس کی جاذبیت قمر پر زمین کی جاذبیت سے ۲ ۱/۵ گنی ہے۔ یعنی زمین اگر چاند کو پانچ میل میں کھینچتی ہے تو آفتاب گیارہ میل اور شک نہیں کہ یہ زیادت ہزاروں برس سے مستمر ہے تو کیا وجہ کہ چاند زمین کو چھوڑ کر اب تک آفتاب سے نہ جا ملا یا کم از کم ہر روز یا ہر مہینے اس کا فاصلہ زمین سے زیادہ اور آفتاب سے کم ہوتا جاتا، اگر مشاہدہ ہے کہ ایسا نہیں تو ضرور جاذبیت باطل و مہمل خیال ہے اور یہاں یہ عذر کہ آفتاب زمین کو بھی تو کھینچتا ہے عجب صدائے بے معنی ہے زمین کو کھینچنے سے قمر پر اس کی کشش کیوں کم ہوگئی۔ ایک اور ۱۱/۵ کی نسبت اسی حالت موجودہ ہی پر تو مانی گئی ہے جس میں شمس زمین کو بھی جذب کر رہا ہے پھر اس قرار یافتہ مسلّم کا کیا علاج ہوا۔

۹۔ لطف یہ کہ اجتماع کے وقت قمر آفتاب سے قریب تر ہو جاتا ہے اور مقابلہ کے وقت دُور تر حالانکہ قریب وقت اجتماع آفتاب کی جاذبیت کہ ۱۱/۱۶ ہے صرف ۳/۸ ہی عمل کرتی ہے کہ قمر شمس و ارض کے درمیان ہوتا ہے زمین اپنی طرف ۵ حصے کھینچتی ہے اور شمس اپنی طرف ۱۱ حصے تو بقدر فضل جذب شمس ۶/۱۶ جانب شمس کھینچا اور قریب وقتِ مقابلہ جاذبیت کے سب سولہ حصے قمر کو جانب شمس کھینچتے ہیں کہ ارض شمس و قمر کے درمیان ہوتی ہے تو دونوں ملکر قمر کو ایک ہی جانب کھینچتے ہیں، غرض وہاں تفاضل کا عمل تھا یہاں مجموع کا کہ اسکے سہ چند کے قریب ہے۔ تو واجب کہ وقت مقابلہ قمر شمس سے بہ نسبت وقت اجتماع قریب آجائے حالانکہ اسکا عکس ہے تو ثابت ہوا کہ جاذبیت باطل ہے۔

۱۰۔ طرفہ یہ کہ اس بے چارے صغیر الجثہ چاند کو طرف شمس ہی نہیں اسکے ساتھ زہرہ عطارد

---

[1] ماہنامہ "الرضا" بریلی صفر ۱۳۳۸ھ

بھی جانب شمس کھینچتے ہیں اور ادھر سے ارض اپنی طرف گھسیٹتی ہے خصوصًا ان تینوں کا ایک درجہ سے بھی کم فاصلہ میں ہزاروں بار قران ہو چکا ہے نہ ان تینوں کی مجموعی کشش جذب زمین پر غالب آتی ہے نہ اس ستم کشاکش میں قمر کو کوئی زخم پہنچتا ہے نہ وہ ہسپتال جاتا ہے نہ سول سرجن کا معائنہ ہوتا ہے۔ آفتاب[ع] کہ چھ کروڑ چاند سے بھی لاکھوں حصے بڑا ہے اس پر تو چار کے اجتماع سے وہ ظلم ہوتا تھا قمر بیچارے کی کیا ہستی۔ یہ تو اس کھینچ تان میں پرزے پرزے ہو جاتا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس پر حرف آنا درکنار اس کی منضبط چال میں اصلًا فرق نہیں آتا تو منجم کے اوہام اور جاذبیت کے تخیلات سب باطل ہیں۔

۱۱۔ اس کے بعد بفضلہ تعالیٰ جاذبیت کے رد نافریت کے رد حرکت زمین کے رد میں اور مضامین نفیسہ کہ آج تک کسی کتاب میں نہ ملیں گے، خیال میں آئے ان کا بیان موجب طول تھا لہذا انہیں ان شاء اللہ العزیز ایک مستقل رسالہ میں تحریر کریں[ع] گے۔ یہاں بقیہ کلام منجم کی طرف متوجہ ہوں۔ آفتاب کا کلف جسے داغ کہا بارہا نظر آیا، ۱۷ دسمبر والا اگر ہو

ع لطیفہ: اعلیٰحضرت مدظلہ کی نوعمری کا واقعہ ہے جسے تقریبًا ۵۴ سال سے زائد ہوئے اعلیٰحضرت قبلہ ایک طبیب کے ہاں تشریف لے گئے انکے استاد ایک نواب صاحب (جو علم عربی بھی رکھتے تھے اور علوم جدیدہ کے گرویدہ) ان کو مسئلہ جاذبیت سمجھا رہے تھے کہ ہر چیز دوسری کو جذب کرتی ہے اثقال کہ زمین پر گرتے ہیں نہ اپنے میل طبعی بلکہ کشش زمین سے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ: بھاری چیز اوپر سے دیر میں آنا چاہیے اور ہلکی جلد کہ آسان کھینچے گی حالانکہ عمل بالعکس ہے۔ نواب صاحب: جنسیت موجب قوت جذب ہے، ثقیل میں اجزائے ارضیہ زائد ہیں لہذا زمین اُسے زیادت قوت سے کھینچتی ہے۔ اعلیٰ حضرت: جب ہر شئے جاذب ہے اور اپنی جنس کو نہایت قوت سے کھینچتی ہے تو جمعہ و عیدین میں امام ایک ہوتا ہے اور مقتدی ہزاروں، چاہیے کہ مقتدی امام کو کھینچ لیں۔ نواب صاحب: اس میں رُوح مانع اثر جذب ہے۔ اعلیٰ حضرت: ایک جنازے پر دس ہزار نمازی ہوتے ہیں اور اس میں رُوح نہیں کہ نہ کھینچنے دے کہ مردہ آکر نمازیوں سے لپٹ جائے نواب صاحب خاموش رہے۔

ع اصول علم الہیأۃ میں قمر کو زمین کا $\frac{1}{49}$ لکھا اور بالتوفیق ۰۲۰۲۴ ۰۶ حدائق النجوم ۰۲۰۳۶ ۰۶ میں شمس اس کے نزدیک زمین کے ۱۲۴۵۱۳۰ مثل ہے $\frac{1}{49}$ ۰۲۰۲۴ ۰۶ پر

تو انہیں میں کا ایک ہو گا جو بارہا گذر چکے۔

(ا) قدیم زمانے میں شینز نامی ایک عیسائی راہب نے اپنے رئیس سے کہا میں نے سطح آفتاب پر ایک داغ دیکھا اُس نے اعتبار نہ کیا اور کہا میں نے اوّل تا آخر ارسطو کی کتابیں پڑھیں ان میں کہیں داغ شمس کا ذکر نہیں۔

(ب) علامہ قطب الدین شیرازی نے تحفۂ شاہیہ میں بعض قدما سے نقل کیا کہ صفحہ شمس پر مرکز سے کچھ اوپر محور قمر کی مانند ایک سیاہ نقطہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نقطہ کہ مہندس نے محض نظر سے دیکھا کتنا بڑا ہو گا۔ کم از کم اس کا قطر ۲۲۵۲۰ میل ہو گا۔ کما یعلم مما سیاتی۔

(ج) ابن ماجہ اندلسی نے طلوع کے وقت روئے شمس پر دو سیاہ نقطے دیکھے جن کو زہرہ و عطارد گمان کیا۔

(ء) ہرشل دوم نے ایک داغ دیکھا جس کی مساحت تین ارب اٹھتر کروڑ میل بتائی۔ اقول یعنی اگر وہ بشکل دائرہ تھا تو اس کا قطر ۶۹۳۷۵ میل۔

(ہ) یورپ کے ایک اور مہندس نے ایک اور داغ دیکھا جس کا قطر ایک لاکھ چالیس ہزار میل حساب کیا۔ اقول یعنی اگر دائرہ تھا تو اس کی مساحت پندرہ ارب انتالیس کروڑ اڑتیس لاکھ میل۔

(ح) قرار پا چکا ہے کہ جو کلف قطر شمس کے پچاس ثانیے سے زائد ہو گا بے آلہ نظر آئے گا ہاں آفتاب پر نگاہ جمنے کے لیے لطیف بخارات ہوں یا رنگین شیشے کی آڑ۔

۱۲۔ کہا گیا ہے کہ یہ کلف قطبین شمس کے پاس اصلاً نہیں ہوتی اور اس کے خط استوا کے پاس کم وہاں سے ۳۰، ۳۵ درجے شمال جنوب کو بکثرت انمیں بھی شمال کو زائد جنوب کو کم اگر یہ قران و مقابلہ سیارات کا اثر ہے تو یہ تخصیص کس لیے ہمیں شمس کے جس حصہ

تقسیم کیجیے سے آفتاب ۶۱۲۱۵۸۴۳ قمر کے مثل ہوا اور ہمارے حساب سے کہ قطر شمس ۸۶۶۵۵۴۶۲ میل ہے اور قطر قمر ہنس نے ۲۱۶۱ میل بتایا کما فی اصول الہیأۃ تو شمس ۶۴۴۷۹۶۶۷ قمر کے برابر ہوا، بہر حال چھ کروڑ چاند کے بموجب سب سے لاکھوں کی قدر بڑا ہے ۱۲ مبین در رد حرکت زمین

کو ان سے مواجہہ ہو وہاں ہوں۔

۱۳- ان کا حدوث آفتاب کی جانب شرقی اور زوال جانب غربی سے شروع ہوتا ہے۔ اثر قرانات میں یہ خصوصیت کیوں ؟

۱۴- بعض کلف دیرپا ہوتے ہیں کہ قرص شمس پر دورہ کرتے ہیں جانب شرقی سے باریک خط کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں پھر جتنا اوپر چڑھتے ہیں چوڑے ہوتے جاتے ہیں، مرکز شمس تک اپنی انتہا کو پہنچتے ہیں جب آگے بڑھے گھٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ کنارۂ غربی پر پھر بشکل خط رہ کر غائب ہو جاتے ہیں پھر کنارۂ شرقی سے

(۱) ۲۹ جولائی ۱۰۰۰ء میں مسٹ نے اس شکل کا داغ دیکھا۔
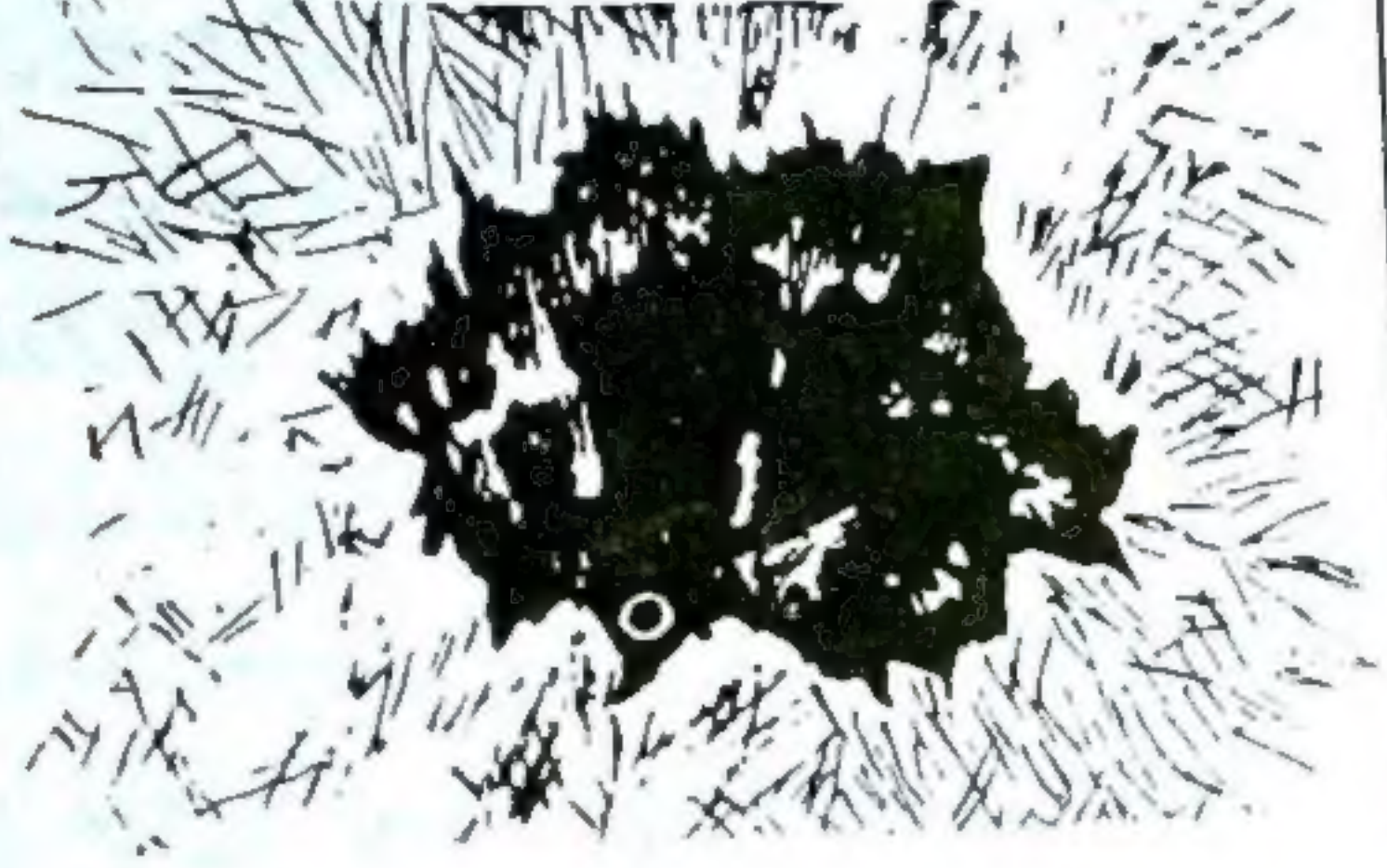
(۲) ۱۰ جنوری ۱۰۰۰ء میں کوسکی نے اس صورت کا داغ دیکھا۔
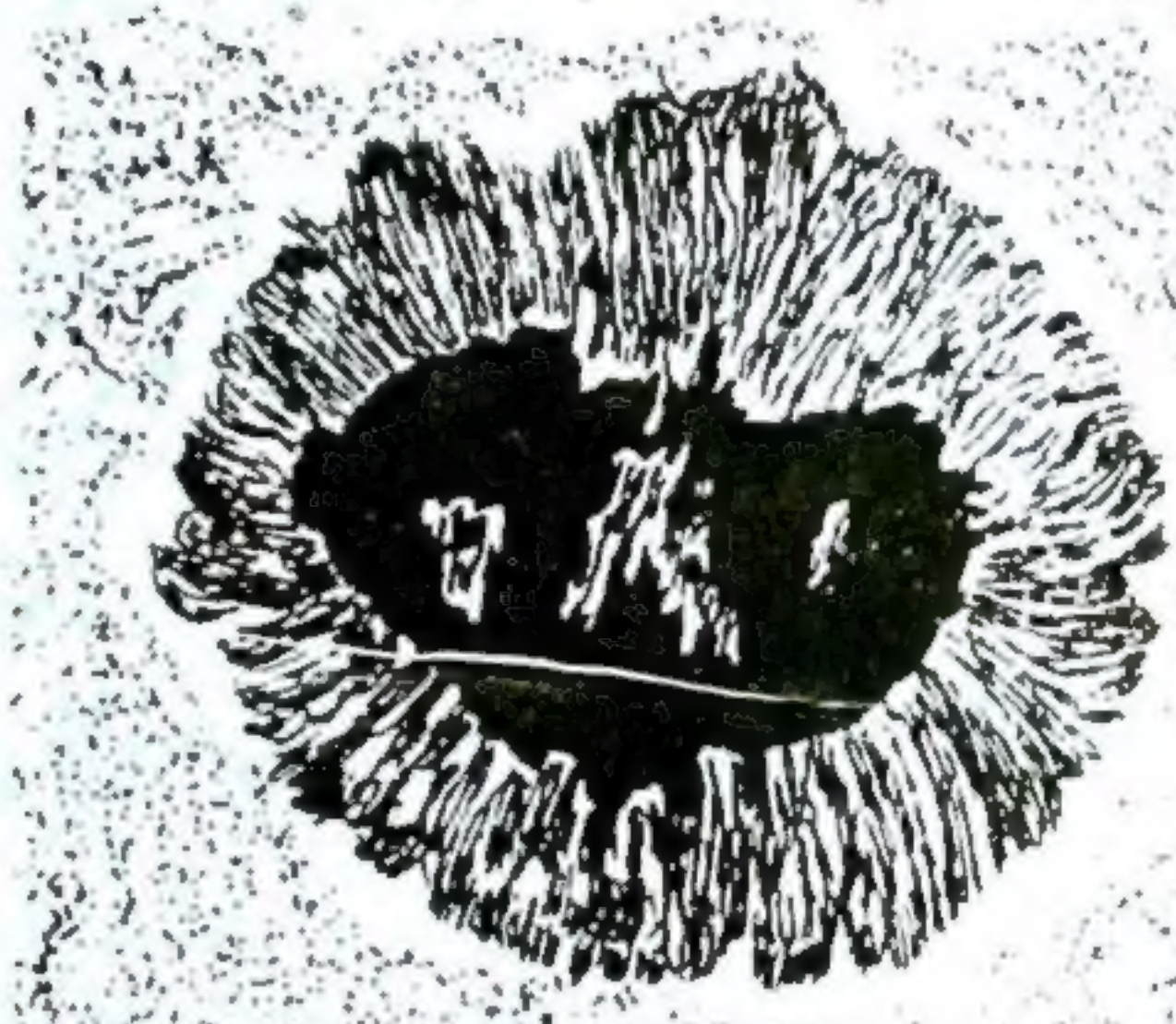
اسی طرح چمکتے ہیں۔ ان کے دورے کی ایک مقرر معیاد خیال کی گئی ہے کہ پونے چودہ دن میں صفحۂ شمس کو قطع کرتے ہیں اور پہلے ظہور شرقی سے ستائیس دن بارہ گھنٹے ۲۰ منٹ کے بعد دوبارہ ظاہر ہوتے ہیں لیکن اکثر داغوں میں آناً فاناً بادلوں کے سے تغیرات ہوتے ہیں جن سے متاخرین یورپ نے گمان کیا ہے کہ یہ کرۂ آفتاب کے سحاب ہیں بعض اوقات دفعتاً پیدا ہوتے اور بعض اوقات دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتے ہیں۔ ہرشل یکم دوربین سے داغوں کا ایک گچھا دیکھ رہا تھا لحظہ بھر کے لیے نگاہ ہٹائی۔ اب جو دیکھے ایک داغ بھی نہیں کبھی آفتاب کی جانب غربی سے ایک داغ زائل ہوا ہی تھا کہ معاً جانب شرقی میں نیا پیدا ہو گیا۔ ابھی ایک داغ دیکھ ہی رہے ہیں تھوڑی دیر میں وہ پھٹ کر چند داغ ہو جاتا ہے۔ چند داغ ہیں اور ابھی مل کر ایک

ہوگئے۔ راجر لانگ نے ایک گول داغ دیکھا جس کا قطر ۸۰۰۰ میل تھا دفعتہً وہ متفرق ہوکر دو داغ ہوگیا اور ایک ٹکڑا دوسرے سے بہت دور دراز مسافت پر چلا گیا اکثر یہ ہے کہ اگر چند داغ بتدریج پیدا ہوتے ہیں ویسے ہی چند بتدریج فناہ ہو جاتے ہیں اور اگر کئی داغ دفعتاً چمکے ویسے ہی کئی دفعتاً جاتے رہے انکا کوئی وقت بھی مقرر نہیں۔ ایک بار دُسّا میں تیس سال کامل انکی رصد بندی کی گئی بعض برسوں میں کوئی دن بھی داغ سے خالی نہ تھا بعض میں صرف ایک دن خالی گیا بعض میں ایک سو ترانوے دن صاف ان تمام حالات کو قرانات کے سر ڈھالنا کس قدر بعید ہے۔

۱۵- داغ پیدا کرنے کے لیے اقتران کی کیا حاجت ہے۔ سیارے آفتاب کے نزدیک ہمیشہ رہتے اور تمہارے زعم میں اُسے ہمیشہ جذب کرتے ہیں تو چاہیے کہ آفتاب کا گیس مدام اُڑتا رہے اور آتش فشانی سے کوئی وقت خالی نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ اور وقت ان کا اثر جرم شمس پر متفرق ہوتا ہے جس سے آفتاب متاثر نہیں ہوتا بخلاف قران کے دو یا زائد مل کر موضع واحد پر اثر ڈالتے ہیں۔ اُس سے یہ آگ بھڑکتی ہے ایسا ہے تو جب وہ ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے کے فاصلہ میں منتشر ہیں اب بھی ان کا اثر آفتاب کے متفرق مواضع پر تنہا ہے نہ مجموعی ایک جگہ پر پھر آفتاب کیوں متاثر ہوگا۔ یہ فاصلہ کہ تھوڑا سمجھے مرکز شمس سے، فلک نیپچون تک ہر سیارے کے مرکز پر گزرتے ہوئے خط کھینچے جائیں تو معلوم ہو کہ سو کروڑ میل سے زائد کا فصل ہے۔ شمس سے نیپچون کا بُعد زمین کے تیس گنے سے زیادہ ہے۔ اگر تیس ہی رکھیں تو دو ارب اٹھتر کروڑ ستر لاکھ میل ہوا اور اس کے مدار کا قطر پانچ ارب ستاون کروڑ چالیس لاکھ میل اور اس کا محیط ستر ارب اکیاون کروڑ بارہ لاکھ میل سے زائد اور اس کے ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے ایک ارب اٹھائیس کروڑ ۲۳ لاکھ ۴۶ ہزار میل سے زیادہ ایسے شدید بعید فاصلہ میں پھیلا ہوا انتشار کیا مجموعی قوت کا کام دے گا۔ یہ بھی اس حالت میں ہے کہ ان کے اختلاف عرض کا لحاظ نہ کیا اور اگر ضرر رسانی شمس کے لیے سب کو سب سے قریب تر فلک عطارد پر لا ڈالیں تو بُعد عطارد : بُعد ارض :: ۳۸۷ : ۱ تو شمس سے بُعد عطارد ۳۵۹۵۲۲۰۰ میل ہوا۔ تقریباً تین کروڑ ساٹھ لاکھ میل اور قطر مدار ۷۱۹۰۴۶۰۰ سات کروڑ انیس لاکھ میل سے زائد اور محیط ۲۲ کروڑ ۵۰ لاکھ ۹۵ ہزار میل اور ۲۶ درجے اور ۲۳ دقیقے ایک کروڑ ۶۵ لاکھ ۵۵ ہزار ۳۰۷ میل یہ فاصلہ کیا کم ہے بلکہ

بالفرض سب دوریاں اُٹھا کر تمام سیاروں کو خود سطح آفتاب پر لا رکھیں جب بھی یہ فاصلہ ۲ لاکھ میل ہو گا یعنی ۱۴ ۵ ۱۹۹ ۱ کہ قرصِ شمس کا دائرہ ۲ لاکھ ۲۲ ہزار ۳ سو ۱۶ میل ہے۔

۱۶۔ اگر آفتاب کا جسم ایسا ہی کمزور مسام ناک ہے کہ اس قدر شدید متفرق زور سرایت کر کے اس کے موضع واحد پر ہو جاتی، تو پچاس ساٹھ یا ستّر اسّی یا سو درجے کے فاصلہ پر پھیلے ہوئے ستارے کہ اکثر اوقات گرد شمس رہتے ہیں ان کی مجموعی زد ہمیشہ کیوں نہیں عمل کرتی اگر اتنا فاصلہ مانع ہے تو دو سیاروں کا مقابلہ کیوں عمل کرتا ہے جبکہ ان میں غایت درجے کا فصل ۱۸۰ درجے ہے خصوصاً ایسا فرضی مقابلہ جیسا یہاں یورنیس کو ہے کہ تحقیقی کسی سے نہیں جس پر خط واحد کا مہمل عذر ہو سکے۔

۱۷۔ بالفرض یہ سب کچھ ہی سہی پھر آفتاب کے داغوں کو زمین کے زلزلوں، طوفانوں، بجلیوں، بارشوں سے کیا نسبت ہے۔ کیا یہ احکام مُنجموں کے لیے بے سر و پا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گرہ یا جوگ یا پچھتر کے اثر سے دنیا میں یہ حادثات ہوئے جس کو تم بھی خرافات سمجھتے ہو اور واقعی خرافات ہیں پھر آفتاب کیا امریکہ کی پیدائش یا وہیں کا ساکن ہے کہ اس کی مصیبت خاص ممالک متحدہ کا صفایا کر دے گی۔ کل زمین سے اس کو تعلق کیوں نہ ہوا۔ بیانِ مُنجم پر اور مُواخذات بھی ہیں مگر ۱۷ دسمبر کے لیے ۱۷ پر ہی اکتفا کریں[1]

---

[1] ماہنامہ "الرضا" بریلی، ربیع الاوّل ۱۳۳۸ھ

سورج زمین کے گرد سالانہ گردش کرتا ہے

(ایک پاکستانی خاتون سائنس دان کا دعویٰ)

کراچی ۱۰ مئی (جنگ نیوز) ایک مسلمان خاتون سائنس دان محترمہ زہرہ مرزا قادری نے دعویٰ کیا ہے کہ انھوں نے اس بات کے ثبوت حاصل کر لئے ہیں کہ سورج زمین کے گرد سالانہ گردش کرتا ہے۔ اور یہ بات غلط ہے کہ زمین سورج کے گرد چکر لگاتی ہے۔ ان سائنس دان خاتون کا کہنا ہے کہ سورج کی گردش کا راستہ بیضوی ہے۔ ان خاتون کا کہنا ہے کہ اگر زمین سورج کے گرد گھومتی ہوتی تو سال کے پہلے چھ مہینوں میں شمالی قطب گھوم کر جنوب میں آگیا ہوتا اور اس حالت میں قطبی ستارہ اور اس کے دوسرے ساتھی ستارے غائب ہو جاتے اور اسی طرح سال کے دوسرے چھ مہینوں کے دوران قطب جنوبی گھوم کر شمال میں چلا گیا ہوتا۔ اور وہاں پر قطبی ستارہ اور ساتھی ستارے نظر آتے اس طرح آسٹریلیا اور دوسرے جنوبی علاقوں میں بھی قطبی ستارے دیکھے جاتے مگر اس دوران ایشیاء اور یورپ سے یہ ستارے دکھائی نہ دیتے۔ خاتون کا کہنا ہے کہ بالکل یہی حالت جنوبی ستاروں کی ہوتی خاص طور پر "الکیز" ستارہ جنوب سے غائب ہو جاتا اور شمال میں نظر آتا جبکہ قطبی ستارہ غیر متحرک ہے یہ ہمیشہ شمال میں نظر آتا۔ محترمہ زہرہ مرزا کا کہنا ہے کہ ستاروں کے غائب ہونے اور نظر آنے کی مدت تقریباً ایک مہینہ یا پھر ساڑھے تیئس دن ہوتی اور یہ وہ مدت ہے جو کم سے کم ساڑھے تیئس ڈگری عبور کرنے کے لئے درکار ہے۔ جبکہ قطبی ستارہ غیر متحرک ہے اور یہ ہمیشہ شمال میں نظر آتا ہے اور اس کا فاصلہ کسی بھی عرض البلد سے ہمیشہ برابر رہتا ہے۔ خاتون کا کہنا ہے کہ ان حقائق کی بناء پر یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ زمین کے بجائے سورج زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔ محترمہ زہرہ نے کہا ہے کہ وہ اس سلسلے میں مزید حقائق ایک تفصیلی کتاب میں بیان کریں گی۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۱۱ مئی ۱۹۸۰)